
ساس کا کردار
نند کا کردار
مسلمان بہو
دیورانی جیٹھانی کا کردار
پھوپھو کا کردار
خالہ کا کردار
بہن کا کردار
بہو کا کردار
نانی کا کردار
بھائیوں کی زندگی میں بہنوں کا کردار
دادی کا کردار
بیٹی کا کردار
بیوی کا کردار

مسلمان بیٹی



ام میلاد باجی
نگران عالمی مجلس
مشاورت دعوت اسلامی

اللہ پاک نے عورت کو جہاں ہر روپ میں عزت، مقام و مرتبہ اور بلندیاں عطا فرمائیں وہیں اسے اس کی حیثیت کے مطابق مختلف ذمّہ داریاں بھی عطا کیں، یعنی ماں ہونے کی حیثیت سے اس کا الگ کردار ہے اور بیوی ہونے کی حیثیت سے اس کی الگ ذمّہ داری، اسی طرح بیٹی ہونے کی حیثیت سے بھی اس پر مختلف ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں، بلکہ بیٹی کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ یہی کل کی بیوی اور ماں ہوگی۔

والدین کی ذمّہ داری: بچوں کی اچھی تربیت میں ماں باپ کا کردار انتہائی اہم ہے، اگر والدین اچھی تربیت کریں گے تو یقیناً اس کے اثرات ان کے بچوں پر مرتب ہوں گے، بالخصوص بیٹیوں کی تربیت کا معاملہ تو اور بھی حساس ہے، لہٰذا والدین کو بھی چاہیے کہ دینی سانچے میں ڈھل جائیں تاکہ گھر کا ماحول مزید بہتر ہو سکے اور بیٹی کی پرورش اچھی ہو۔

ٹیچرز کی ذمّہ داری: بیٹی کی تربیت میں چونکہ معلمات کا بھی اہم کردار ہوتا ہے اس لئے والدین کو چاہیے کہ ان کی تعلیم و تربیت کیلئے اسلامی تعلیمات سے آراستہ ٹیچرز کا انتخاب کریں تاکہ ان کی صحبت سے طالبات پر اچھے اثرات مرتب ہوں۔

بیٹی کی تربیت کے لئے رہنما باتیں: یقیناً ہر ماں کو اپنی بیٹی کی عمدہ و اعلیٰ تربیت کے لئے ان باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے: ٭ بیٹی کو بچپن سے صحابیات و صالحات کے پیارے اور سبق آموز واقعات بتائیں۔ ٭ اس کی دینی تعلیم کا خاص اہتمام کریں۔ ٭ اسے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا سکھائیں۔ ٭ عملی زندگی میں امورِ خانہ داری میں مہارت کی اہمیت سے آگاہ کریں۔ ٭ نامحرموں سے پردہ کرانے کی عادت بنائیں۔ ٭ بری صحبت سے دور رکھیں۔ ٭ سوشل میڈیا، نیٹ اور موبائل سے دور رہنے کا ذہن دیں۔ ٭ ضدی، نافرمان، بدزبان، بے حیا اور فضول خرچ نہ بنائیں۔ ٭ اچھی عادات کی ترغیب کے لئے دینی محافل اور اجتماعات میں شرکت کروائیں۔ ٭ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت بالخصوص سکھائیں۔

مسلمان بیٹی کو چاہیے: ٭ والدین کا کہنا مانے ٭ اگر والدین خلافِ شرع کام کا کہیں تو حکمتِ عملی سے منع کرے اور انہیں مناسب انداز میں نیکی کی دعوت دے، اس کے لئے یہ واقعہ حکمت و دانائی کے کئی پہلو ہم پر واضح کرتا ہے کہ جب مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی، آپ لوگوں کے حالات جاننے کے لئے رات کو مدینہ شریف کی گلیوں کا دورہ فرماتے تھے، ایک رات آپ نے ایک گھر سے آواز سنی: بیٹی! دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دو۔ تو ایک لڑکی بولی: امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں پھر بولی: بیٹی! رات کا وقت ہے، ہر طرف اندھیرا ہے اس وقت تو تمہیں خلیفہ نہیں دیکھ رہے، انہیں کیا معلوم کہ تم نے دودھ میں پانی ملایا ہے! جاؤ اور دودھ میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے کہا: اس وقت اگرچہ خلیفہ نہیں دیکھ رہے لیکن میرا رب تو دیکھ رہا ہے، میں ہر گز دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی۔[1] اللہ پاک سب مسلمان بیٹیوں کو ان کی سیرت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

(1) عیون الحکایات، ص28 ملخصاً

مسلمان بیوی

سلسلہ اسلام اور عورت

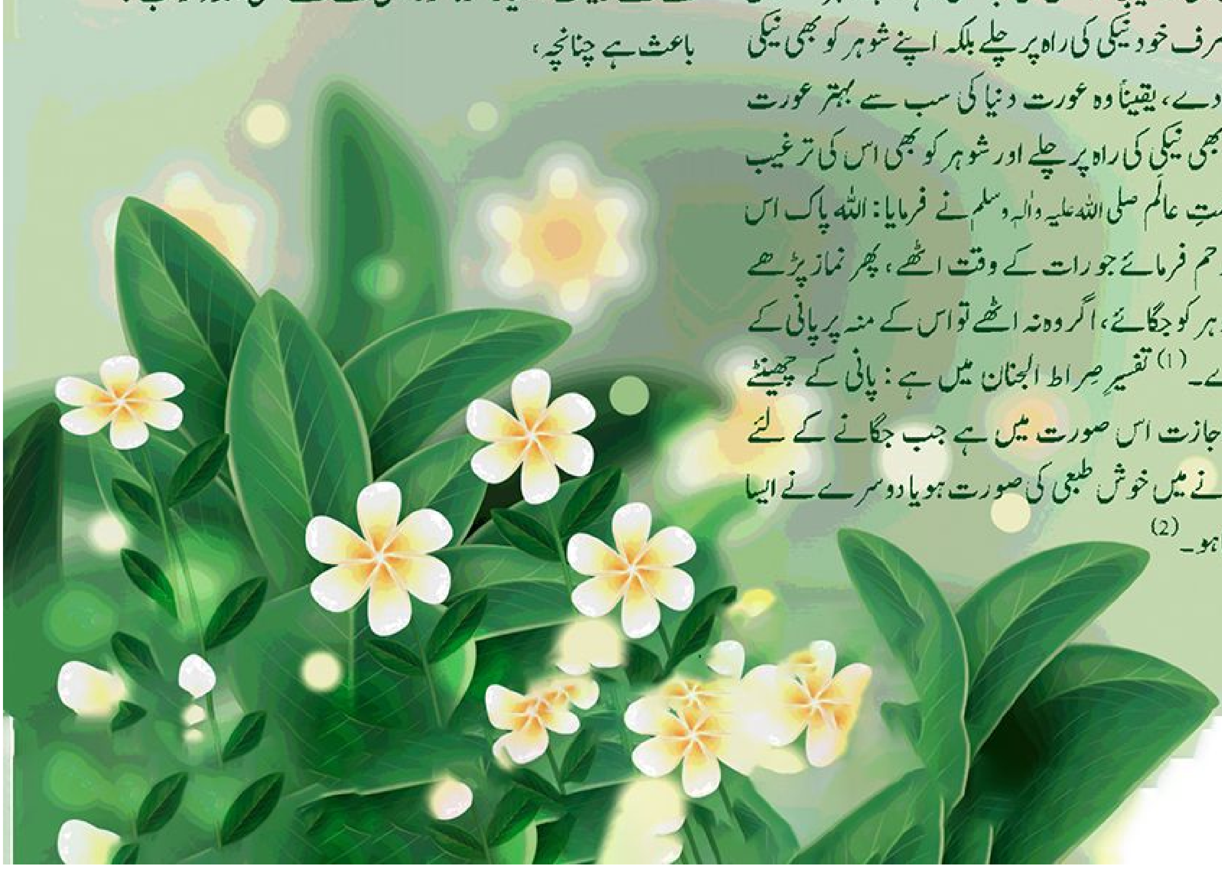
اُمِّ میلاد باجی (نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت دعوتِ اسلامی)

مختلف ادوار میں عورت کی زندگی میں بہت ساری تبدیلیاں آتی ہیں لیکن ایک بڑی تبدیلی اس وقت آتی ہے جب وہ شادی کرکے اپنے شوہر کے ساتھ زندگی کے نئے سفر کا آغاز کرتی ہے۔ یہ نیا سفر عورت کی زندگی میں ڈھیروں خوشیوں کے ساتھ بہت ساری ذمّہ داریاں بھی لاتا ہے جنہیں پورا کرکے ہی وہ ایک خوشحال گھرانے کی بنیاد رکھ سکتی ہے، اسی لئے اسلام نے بیوی کی حیثیت سے عورت کی تربیت کے لئے بہت ہی اہم اصول بیان کئے ہیں۔

(1) اللہ پاک اور اس کے رسول کی اطاعت کے ذریعے ہی سب سے بڑی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے، لہٰذا ہر مسلمان عورت نہ صرف خود نیکی کی راہ پر چلے بلکہ اپنے شوہر کو بھی نیکی کی دعوت دے، یقیناً وہ عورت دنیا کی سب سے بہتر عورت ہے جو خود بھی نیکی کی راہ پر چلے اور شوہر کو بھی اس کی ترغیب دے۔ رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کے وقت اٹھے، پھر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔[1] تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: پانی کے چھینٹے مارنے کی اجازت اس صورت میں ہے جب جگانے کے لئے بھی ایسا کرنے میں خوش طبعی کی صورت ہو یا دوسرے نے ایسا کرنے کا کہا ہو۔[2]

(2) مثالی بیوی بننے کے لئے عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے جسم، لباس اور گھر کی صفائی سُتھرائی کا خاص خیال رکھے، میلی کچیلی نہ رہے بلکہ اپنے شوہر کے لئے خوب بناؤ سنگھار کرے کیونکہ اس سے شوہر کا دل خوش ہوتا ہے اور حدیثِ پاک میں شوہر کو خوش رکھنے والی عورت کو بہترین عورت قرار دیا گیا ہے چنانچہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے نیک بیوی کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی بیان فرمائی اِنْ نَظَرَ اِلَیْھَا سَرَّتْہٗ یعنی اگر اس کا شوہر اسے دیکھے تو وہ (اپنے ظاہری اور باطنی حسن وجمال سے) اسے خوش کردے۔[3]

لہٰذا ہر شادی شدہ اسلامی بہن کو چاہئے کہ وہ باطنی زینت کے ساتھ ساتھ جتنا ممکن ہو سُرمہ اور زیورات سے ظاہری زینت کا بھی اہتمام کرے، یاد رہے کہ بظاہر زیادہ اہم نظر نہ آنے والی یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں میاں بیوی کے تعلق کو مضبوط بنانے کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ شوہر کی آمد سے پہلے بیوی کا تیار ہو کے مسکرا کر اس کا استقبال کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسے شوہر کی آمد سے بہت خوشی ہوئی ہے اس قسم کا برتاؤ دیکھ کر شوہر دن بھر کی تھکاوٹ بھول جاتا ہے اور اسے ذہنی سکون ملتا ہے، نیز عورت کا اپنے شوہر کے لئے زینت اختیار کرنا خود اس کے لئے بھی اجر وثواب کا باعث ہے چنانچہ،



اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا (زیور) پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نمازِ نفل سے افضل ہے۔[4]

افسوس! اب خواتین کا بناؤ سنگھار فقط بازاروں اور ایسی تقریبات میں جانے کے لئے رہ گیا ہے جن میں پردے کا اہتمام نہیں کیا جاتا، افسوس جن جگہوں پر انہیں پردے کا حکم ہے وہاں تو زینت کے ساتھ عمدہ perfumes لگا کر نکلتی ہیں لیکن وہ رفیقِ حیات جس کے لئے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے زینت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے لئے عموماً آرائش و زیبائش کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔

(3) اسی طرح عقلمند اور ذہین عورت وہی ہے جو اپنے گھر کی بربادی کا سبب بننے والی چیزوں کو پیشِ نظر رکھے اور ان سے بچنے کی کوشش کرے۔ اگر کبھی لڑائی جھگڑے یا اختلاف کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو نہایت خوش اُسلوبی سے اسے رفع دفع کر دے۔ جب بھی کوئی اختلاف کی صورت پیدا ہو تو شور مچانے کے بجائے خاموشی اختیار کی جائے، حکمتِ عملی اختیار کی جائے، نیز چہرے پر مسکراہٹ رکھی جائے تو بات خود ہی رفع دفع ہو جاتی ہے۔ اچھے اخلاق سے گھر خوشیوں کا گہوارا بنتا ہے، اگر ہر ایک اسلامی بہن اچھے برتاؤ اور حُسنِ اخلاق کو لازم پکڑ لے تو گھر کی خوشیوں کو چار چاند لگ جائیں، آج تقریباً اسلامی بہنیں گھر میں لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے پریشان ہیں، غور کیجئے! کہیں اس کی وجہ ان کی بد اخلاقی تو نہیں؟ ظاہر ہے ✲ اگر بیوی اخلاقیات کو پسِ پشت ڈال دے ✲ شوہر کی غیبت کرے ✲ اس کے والدین بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کی غیبت کرے ✲ چغلیاں کھائے ✲ تہمتیں لگائے ✲ جب بھی شوہر گھر آئے تو اسے چڑ چڑا پن دکھائے اور ✲ غصے سے ناک پھلائے تو خود ہی بتائیے کیا ایسی عورت شوہر کے دل میں اپنا مقام بنا پائے گی؟ ظاہر ہے کبھی نہیں بلکہ عموماً اس قسم کی حرکتوں سے فسادات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے گھر میدانِ جنگ بن جاتا ہے بلکہ بسا اوقات نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔

(4) بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں اکثر عورتیں ناشکری کی مصیبت میں گرفتار ہیں، ذرا کسی اعلیٰ گھرانے کو یا کسی عورت کے قیمتی کپڑوں اور بیش قیمت زیورات کو دیکھ لیا تو ناشکری کرنے لگتی ہیں اور معاذ اللہ کچھ اس قسم کی گفتگو کرتی ہیں کہ میں تو ہوں ہی بد قسمت، فلاں عورت عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہی ہے وغیرہ، اسی طرح بعض عورتوں کے شوہر انہیں اچھا کھلاتے پلاتے ہیں، نیز اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق کپڑے، زیورات اور دیگر آسائشِ زندگی مُہیا کرتے رہتے ہیں لیکن اگر کبھی کسی مجبوری کی وجہ سے عورتوں کی کوئی خواہش پوری نہ کر سکیں تو عورتیں ان کے زندگی بھر کے احسانات کو بُھلا کر ان کی ناشکری کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ✲ مجھے اس گھر میں کبھی سُکھ نصیب نہیں ہوا ✲ فلاں عورت کا شوہر اسے اچھی اچھی چیزیں لا کر دیتا ہے، لیکن تم نے کبھی مجھے میری پسند کی چیز لا کر نہیں دی ✲ مجھے کبھی تمہاری طرف سے کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوئی۔ یاد رہے! ناشکری کے یہ الفاظ نہ صرف عورت کی ازدواجی زندگی کو اجاڑ دیتے ہیں بلکہ ساتھ ہی اس کی آخرت بھی داؤ پر لگ جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہے: میں نے دیکھا کہ جہنم میں اکثریت عورتوں کی تھی۔ وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا: وہ ناشکری کرتی ہیں۔ عرض کی گئی: کیا وہ اللہ پاک کی ناشکری کرتی ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان سے مکر جاتی ہیں، اگر تم کسی عورت کے ساتھ عمر بھر اچھا سلوک کرو، پھر تم سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو کہے گی: میں نے تم سے کبھی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔[5] معلوم ہوا! ایک مسلمان عورت کو ناشکری کے الفاظ زبان پر نہیں لانے چاہئیں، بلکہ آسانیوں کے علاوہ تنگدستی کے حالات میں بھی صبر و شکر کا مظاہرہ کرتے ہوئے شوہر کے ساتھ زندگی کے دن گزارنے چاہئیں تاکہ وہ پریشانیوں میں خود کو تنہا نہ سمجھے۔

اللہ پاک ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) ابو داود، 2/48، حدیث: 1308 ملتقطاً (2) تفسیر صراط الجنان، 10/222

(3) ابن ماجہ، 2/414، حدیث: 1857 ملتقطاً (4) فتاویٰ رضویہ، 22/126

(5) بخاری، 1/23، حدیث: 29

بنت طارق عطاریہ مدنیہ ناظمہ جامعۃ فیضانِ عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ

اچھی بیویوں کے اوصاف

اللہ پاک فرماتا ہے: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (پ5، النسآء:34) ترجمہ: تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

تفسیر: (اس آیت میں) نیک اور پارسا عورتوں کے اوصاف بیان فرمائے جارہے ہیں کہ جب ان کے شوہر موجود ہوں تو ان کی اطاعت کرتی ہیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتی اور شوہر کی نافرمانی سے بچتی ہیں اور جب موجود نہ ہوں تو اللہ پاک کے فضل سے ان کے مال اور عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔[1] بلاشبہ نیک و پارسا عورت دنیا کی بہترین متاع ہے۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: دنیا مَتاع (فائدہ اٹھانے کی چیز) ہے اور دنیا کا بہترین متاع نیک عورت ہے۔[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً (پ2، البقرۃ:201) کی تفسیر میں فرمایا: خدایا ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے اور آخرت میں اعلیٰ حور عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا۔ جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسے ہی بری بیوی خدا کا عذاب۔[3] **نیک بیوی کے فضائل پر احادیث:** کثیر احادیثِ مبارکہ میں نیک اور پارسا بیوی کے اوصاف اور فضائل مروی ہیں۔ چنانچہ دو احادیث پیشِ خدمت ہیں:

1 تقویٰ کے بعد مومن کیلئے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اگر وہ اسے حکم دے تو وہ اطاعت کرے اور اگر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کر دے اور کہیں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے۔[4]

2 جسے چار چیزیں ملیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی ملی: (1) شکر گزار دل (2) یادِ خدا کرنے والی زبان (3) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن اور (4) ایسی بیوی کہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں گناہ کی متلاشی (یعنی اس میں خیانت کرنے والی) نہ ہو۔[5]

اوصاف: 1 عورت کی سب سے پہلی صفت اس کا ایمان والا ہونا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے: وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ (پ22، الاحزاب:35) ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔ 2 مذکورہ آیت میں عورت کی دوسری صفت صالحہ ہونا بیان کی گئی ہے۔ نیز حدیثِ مبارکہ میں بھی ہے: اللہ پاک سے ڈرنے کے بعد مومن کے لیے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔[6] 3 عورت کی ایک صفت آیتِ مبارکہ میں قٰنِتٰتٌ بیان کی گئی ہے کہ اچھی بیویاں شوہر کی اطاعت گزار ہوتی ہیں۔ حضرت سلامہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے عورتوں کی بہت سی فضیلتیں ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: اے سلامہ! کیا تم جانتی ہو کہ میری مراد کون سی عورتیں ہیں؟ پھر خود ہی فرمایا: وہ عورتیں جو نیک اور اپنے شوہر کی اطاعت گزار ہوں اور وہ جو اپنے شوہروں کی ناشکری نہ کرتی ہوں۔[7] حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ سے فرمانبردار خواتین مراد ہیں اور حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ سے شوہروں کی عدم موجودگی میں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والیاں مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ شوہر



کے راز کی اس طرح حفاظت کرنے والیاں ہیں جس طرح اللہ پاک نے حفاظت کا حکم دیا ہے۔[8] (4) اسی آیتِ مبارکہ میں عورت کی ایک صفت اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا بھی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ بہترین بیوی وہ ہے کہ جب تم گھر میں موجود نہ ہو تو وہ تمہارے پیچھے تمہارے مال کی اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔[9] چونکہ اپنی ذات کی حفاظت کا ایک بہترین ذریعہ باپردہ ہونا بھی ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں عورت کو کبھی بھی بے پروا نہیں ہونا چاہئے، گھر میں ہو یا باہر، ہر جگہ باپردہ رہے، بلکہ فی زمانہ گھر میں موجود غیر محارم جیسے دیور، جیٹھ وغیرہ سے بھی پردے کی بہت احتیاط لازم ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپھا، خالو، چچازاد، ماموں زاد، پھپھی زاد، خالہ زاد بھائی یہ سب لوگ عورت کے لیے محض اجنبی ہیں بلکہ ان کا نقصان بالکل اجنبی شخص سے زائد ہے کہ غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا اور یہ رشتے آپس کے میل جول (بے تکلفی) کے باعث خوف نہیں رکھتے۔ عورت نرے اجنبی شخص سے فوراً بے تکلف نہیں ہو سکتی مگر ان رشتوں میں آپس میں بے تکلفی ہوتی ہے، لہٰذا جب حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا (تو) ایک انصاری صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم)! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: جیٹھ دیور تو موت ہیں[10]۔[11] لہٰذا عورت کو چاہیے کہ وہ پردے کا خصوصی اہتمام کرے، غیر محارم اور اجنبی مردوں سے گفتگو اور بات چیت سے گریز کرے۔ ہاں! ضرورت کے تحت اگر بات کرنی پڑے تو نرمی سے بات نہ کرے بلکہ کسی قدر روکھا پن اختیار کرے کہ قرآنِ کریم میں بھی اسی کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ (پ22، الاحزاب:32) ترجمہ: تو بات کرنے میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا مریض آدمی کچھ لالچ کرے اور تم اچھی بات کہو۔ اس کے علاوہ شوہر کے گھر والوں سے حُسنِ سلوک، صبر و ایثار، عفت و پاک دامنی، حُسنِ اخلاق، کفایت شعاری یہ تمام نیک عورت کی صفات ہیں۔ (5) نیک عورت کفایت شعاری سے کام لیتی ہے اور شوہر کے مال کو فضولیات میں برباد نہیں کرتی کیونکہ عورت کو صدقہ و خیرات بھی شوہر کی اجازت کے بغیر کرنے کی اجازت نہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم! اور کھانا بھی نہیں؟ فرمایا: وہ تو ہمارے اموال میں افضل ہے۔[12] یعنی جب کھانے سی معمولی چیز بھی بغیر اجازتِ شوہر صدقہ کرنا جائز نہیں تو اس کھانے کا صدقہ کرنا کیسے جائز ہوگا جو اس (مال) سے بھی افضل ہے![13] لہٰذا عورت کو چاہئے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر میکے والوں یا کسی اور ایسے شخص پر جسے شوہر ناپسند کرتا ہے خرچ نہ کرے۔

ہم میں سے ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ آیا قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم ان صفات کی حامل ہیں یا نہیں؟ نیز ان صفات کو اپنانے کی کوشش بھی کریں کیونکہ ان اوصاف کو اپنانے میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ آج کی آزادانہ اور مرد کے شانہ بشانہ چلنے کی سوچ رکھنے والی خواتین کو بھی چاہیے کہ وہ خود کو ان صفات سے آراستہ کریں تاکہ گھر کا ماحول پُرسکون ہو اور گھر امن کا گہوارہ بن جائے۔ اللہ پاک عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر صراط الجنان، 2/196 (2) مسلم، ص595، حدیث:3643 (3) مراٰۃ المناجیح، 5/4 (4) ابن ماجہ، 2/414، حدیث:1857 (5) معجم کبیر، 11/109، حدیث:11275 (6) ابنِ ماجہ، 2/414، حدیث:1857 (7) معجم اوسط، 5/105، حدیث:6733 (8) تفسیر بغوی، 1/335 (9) ابن ماجہ، 2/414، حدیث:1857 (10) فتاویٰ رضویہ، 22/217 (11) بخاری، 3/472، حدیث:5232 (12) ترمذی، 2/149، حدیث:670 (13) مرقاۃ، 4/437، تحت الحدیث:1951

سلسلہ: معاشرے میں عورت کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ ہند

بیوی کا کردار

معاشرے میں بیوی کی حیثیت سے عورت کے کردار کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، کیونکہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے: خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ یعنی دنیا کا بہترین سامان نیک بی بی ہے۔[1] مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نیک بیوی کے بہترین ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نیک بیوی مرد کو نیک بنادیتی ہے وہ اُخروی نعمتوں سے ہے۔ حضرتِ علی نے رَبَّنَآ اٰتِنَافِی الدُّنْیَاحَسَنَۃً کی تفسیر میں فرمایا کہ خدایا ہم کو دنیامیں نیک بیوی دے آخرت میں اعلیٰ حور عطافرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا۔[2] جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بُری بیوی خدا کا عذاب۔[3]

شادی سے قبل چونکہ ماں باپ کے گھر میں بحیثیت بیٹی و بہن وغیرہ عورت کی خواہشات و ضروریات پوری کرنے اور اس کے ناز نخرے اٹھانے والے کئی افراد موجود ہوتے ہیں، نیز اس پر اتنی ذمہ داریاں بھی نہیں ہوتیں۔ لیکن شادی کے بعد اس کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے۔ اسی وقت اس کی صحیح معاشرتی تربیت ابھر کر سامنے آتی ہے، کیونکہ بسا اوقات وہ ایک ایسے نئے خاندان میں بیاہی جاتی ہے، جس کے انداز اور رہن سہن کے طور طریقے اس کے والدین کے گھر سے بالکل جدا ہوتے ہیں، چنانچہ اگر اس کے والدین نے اس کی درست خطوط پر تربیت کی ہو اور اسے گھر گرہستی کے علاوہ سسرال والوں مثلاً ساس، سسر، نندوں، دیورانیوں اور جیٹھانیوں وغیرہ کے ساتھ اچھے روابط رکھنے کی تاکید بھی کی ہو تو نہ صرف وہ خود سکھی رہتی ہے بلکہ ہر ایک کی آنکھ کا تارا بھی بن جاتی ہے۔ بصورتِ دیگر وہ خود بھی ذہنی کرب و اذیت میں مبتلا رہتی ہے اور دوسروں کے لئے بھی دردِ سر بنی رہتی ہے۔ لہٰذا ہر وہ گھرانہ جہاں عورت بحیثیتِ بیوی اپنے گھر کو خوشیوں کا گہوارا بنانے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرتی ہے تو اس سے صرف اس کے سسرالی خاندان پر ہی اچھے اثرات مرتب نہیں ہوتے بلکہ اڑوس پڑوس اور معاشرے میں بھی اس کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک عورت کو بحیثیت بیوی کیسا کردار ادا کرنا چاہئے؟ اس حوالے سے 11 معاون گزارشات پیشِ خدمت ہیں:

1 شوہر کے حقوق کی ادائیگی کا خصوصی خیال رکھے، تاکہ بطورِ مثالی بیوی اس کا کردار قابلِ تقلید سمجھا جائے۔ چنانچہ بیوی پر شوہر کے حقوق بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بیوی پر شوہر کے چند حقوق یہ ہیں: (1) اِزدواجی تعلقات میں مطلقاً شوہر کی اِطاعت کرنا (2) اس کی عزت کی سختی سے حفاظت کرنا (3) اس کے مال کی حفاظت کرنا (4) ہر بات میں اس کی خیر خواہی کرنا (5) ہر وقت جائز اُمور میں اس کی خوشی چاہنا (6) اسے اپنا سردار جاننا (7) شوہر کو نام لے کر نہ پکارنا (8) کسی سے اس کی بلاوجہ شکایت نہ کرنا (9) اور خدا توفیق دے تو وجہ ہونے کے باوجود شکایت نہ کرنا (10) اس کی اجازت کے بغیر آٹھویں دن سے پہلے والدین یا ایک سال سے پہلے دیگر محارم کے یہاں نہ جانا (11) وہ ناراض ہو تو اس کی

بہت خوشامد کر کے منانا۔[4]

❷ شوہر کی ناشکری ایسی بری عادت سے بیوی کا کردار بے داغ ہونا چاہئے۔ کیونکہ شوہر کی ناشکری کرنا ایسا برا عمل ہے جس کے سبب کثیر عورتیں جہنم میں داخل ہوں گی۔[5]

❸ بیوی کو چاہئے کہ وہ ہر معاملے میں شوہر کی پسند و ناپسند کو پیشِ نظر رکھے، کیونکہ جو بیوی صرف اپنی پسند کو ترجیح دیتی ہے تو شوہر بھی "یا شیخ اپنی اپنی دیکھ کے مصداق" اس کی پسند و ناپسند سے لاپروائی کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے۔

❹ شوہر کی تنخواہ کم ہو تو بیوی کو چاہئے کہ وہ شوہر پر تنقید یا نکتہ چینی کرنے کے بجائے صبر و رضا کا عملی نمونہ بن کر رہے۔ جو بیوی اپنے شوہر کو تنخواہ کم ہونے کا طعنہ دیتی رہتی ہے وہ شوہر کے دل میں نفرت کو پروان چڑھانے کا سبب بنتی ہے یا پھر اس کی وجہ سے شوہر رشوت و دیگر ناجائز آمدنی کے ذرائع اپنا کر معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتا ہے، یعنی دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ اکثر مرد بیویوں کی ناجائز و بے جا خواہشات کی تکمیل کے لئے حرام کمائی کے ذرائع اختیار کرتے ہیں۔

❺ بطورِ بیوی ہر عورت کا کردار ایک ہمدرد و غمگسار کا سا ہونا چاہئے، مثلاً شوہر کسی وجہ سے پریشان و رنجیدہ ہو تو وہ اسے تسلی دے اور اس کی ڈھارس بندھوائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب پریشان ہوتے تو اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی مونس و غم گسار اور مددگار ہوتی تھیں۔[6]

❻ بطورِ بیوی ہر عورت کو چاہئے کہ وہ شوہر کے والدین کو اپنے والدین اور اس کی بہنوں کو اپنی بہنیں سمجھ کر ان سے اچھے تعلقات رکھے، بالفرض کبھی کسی ناچاقی کا سامنا کرنا پڑے تو بھی صبر سے کام لے کہ بہنوں اور والدین میں ناراضی زیادہ دیر نہیں رہتی، بلکہ وہ خود انہیں راضی کرنے کی کوشش کرے، اس سے عزت کم نہیں ہوگی، بلکہ بڑھے گی۔

❼ جائز باتیں سب کی مانیں، کیونکہ غیر شرعی معاملات میں کسی کی بھی اطاعت کرنا جائز نہیں، چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔[7]

❽ بیوی کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اپنے شوہر کی احسان مند رہے کہ وہ اس کی اور بچوں کی ضروریات پوری کرنے کی خاطر سارا دن بھاگ دوڑ میں مصروف رہتا ہے۔

❾ زبان درازی و بحث بازی کرنا، جلی کٹی سناتے رہنا، سخت لہجہ اپنانا، کوسنا، بازاری زبان استعمال کرنا اور ماضی کی تلخ یادوں پر مشتمل دکھڑے سناتے رہنا وہ بُری عادات ہیں جو میاں بیوی کی زندگی میں زہر گھولتے اور آپس کے تعلقات کو دیمک کی طرح چاٹتے رہتے ہیں۔ لہٰذا بیوی کو ان عاداتِ بد سے اپنے دامن کو صاف و شفاف رکھنا چاہیے۔

❿ کردار ایسا پاکیزہ رکھنا چاہئے کہ اگر اس کا شوہر، ساس یا نندیں وغیرہ پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے یا گناہوں میں مبتلا تھے تو اس کے کردار سے متاثر ہو کر وہ بھی نیک نمازی بن جائیں۔

⓫ مثالی بیوی بننے کے لئے عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے جسم، لباس اور گھر کی صفائی ستھرائی وغیرہ کا خاص خیال رکھے۔ پراگندہ بال اور میلی کچیلی نہ رہے بلکہ اپنے شوہر کیلئے خوب بناؤ سنگھار کرے کیونکہ اس سے شوہر کا دل خوش ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے نیک بیوی کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی بیان فرمائی: وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ یعنی اگر اُس کا شوہر اُسے دیکھے تو وہ اُسے خوش کر دے۔[8]

اللہ پاک امہات المومنین و خاتونِ جنت علیہن الرضوان کے صدقے ہر شادی شدہ عورت کو مثالی بیوی بننے، اپنے شوہر کو خوش رکھنے اور اس کی ہر جائز معاملے میں اطاعت و فرماں برداری کرتے رہنے کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

❶ مسلم، ص595، حدیث:3643 ❷ مرقاۃ المفاتیح،6/ 265، تحت الحدیث:3083 ❸ مرآۃ المناجیح،5/ 4 ❹ فتاویٰ رضویہ،24/ 371 ملتقطاً ❺ بخاری،3/ 463، حدیث:5197 ماخوذاً ❻ مرآۃ المناجیح،8/ 497 ماخوذاً ❼ معجم کبیر،18/ 170، حدیث:381 ❽ ابن ماجہ،2/ 414، حدیث:1857

بہو کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ
ہند

بلاشبہ ماں اپنے بیٹے کو خونِ جگر پلا کر پالتی پوستی ہے، باپ بھی ہر اعتبار سے اس کا خیال رکھتا ہے اور یہ دونوں اپنے بیٹے کو جوانی کی دہلیز تک پہنچانے میں بہت سی قربانیاں دیتے اور کافی مشکلات برداشت کرتے ہیں، جب بیٹا جوان ہوتا ہے تو والدین کا ایک ہی ارمان رہ جاتا ہے کہ اس کے لئے ایسی دلہن لائیں جو اس کی تو اچھی رفیقِ سفر ہو مگر ان کے لئے بہو کی شکل میں اچھی بیٹی ہو۔ لہٰذا عورت کو بہو کی حیثیت سے سلیقہ مندی، عقل مندی، ملنساری، حفظِ مراتب اور زبان کی مٹھاس سے کام لیتے ہوئے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جس فیملی کا وہ حصہ بنی ہے، اس کے کردار و گفتار کی وجہ سے اس فیملی کے ارمانوں کا خون نہ ہونے پائے اور کوشش کرے کہ اس کی وجہ سے گھر کا ماحول پرسکون رہے۔ چنانچہ اس کے لئے ہر بہو کو ان باتوں کو مدِّ نظر رکھنا چاہئے:

* ساس کو ماں، سسر کو باپ اور نندوں کو اپنی بہنیں سمجھے، اگر ایسا نہ کرے گی تو ان کی عظمت و اپنائیت کے لئے دل کشادہ کرے گی نہ ان کی ڈانٹ ڈپٹ اور کڑوی باتوں پر صبر کر سکے گی۔ بلکہ بدلے میں انہیں جواب دے کر یا غیر اخلاقی رویہ اختیار کر کے یا ان کی مخالفت کر کے ان کا، اپنا اور شوہر کا سکون تہ و بالا کر دے گی۔
* عام طور پر شادی کے بعد عورت کو بحیثیت بہو مستقل طور پر شوہر کے گھر والوں کے ساتھ ہی رہنا پڑتا ہے لہٰذا جب تک وہ ان کے مزاج، طرزِ گفتگو، طور طریقوں، رہن سہن اور گھریلو معاملات کو سمجھ کر (جو شرعاً ناجائز نہ ہوں) خود کو ان کے مطابق یا پھر انہیں اپنے مزاج کے مطابق نہیں ڈھالے گی تب تک گھریلو خوشگواری اس گھر سے روٹھی رہے گی کیونکہ مختلف مزاج والوں کا ایک دوسرے کے ساتھ طویل وقت تک رہنا ایک طرف وقتی طور پر بھی کافی مشکل ہو جاتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ دوسروں کو اپنا ہم مزاج کرنے کے مقابلے میں خود کو دوسروں کا ہم مزاج بنا لینا کافی آسان ہے۔
* بہو اس بات کو ہرگز نظر انداز نہ کرے کہ اس کے اس گھر میں آنے سے پہلے بھی امورِ خانہ داری کی نگران و ذمہ دار ساس ہی تھی اور اس کے آنے کے بعد بھی وہی ہے، لہٰذا مختلف معاملات میں ساس کی حیثیت کو چیلنج نہ کرے بلکہ اسے فراخ دلی سے تسلیم کرے، وہ جو کام سونپے خوش اسلوبی سے کرے، اگرچہ شادی سے پہلے اپنے گھر میں ماں یا بڑی بہنوں نے اسے کام سے آزاد رکھا تھا، لہٰذا یہاں اپنی ذمہ داریوں کو بوجھ جانتے ہوئے خود کو گھر کی نوکر نہ سمجھنے لگے کہ اس سے اس کی اپنی زندگی دشوار ہو گی اور وہ کبھی بھی ایک خوش گوار ماحول میں سانس نہ لے پائے گی۔ نیز ساس کے علاوہ نندیں بھی اگر کام کا کہیں تو بہن سمجھ کر ان کے کام کر دے، عام طور پر نندوں کو گھر کی حکمران (ساس) کے دائیں بازو کی حیثیت حاصل ہوتی ہے لہٰذا ان سے بگاڑنے کے بجائے بنا کر رکھنا ہی باہمی خوشگواری کا ضامن ہے۔
* سسرالیوں کے رویّوں، رہن سہن، عادات و اطوار، معمولات

اور مالی حالات وغیرہ کا اپنے میکے والوں سے موازنہ کرے نہ کسی معاملے میں انہیں اپنے میکے والوں سے نیچا دکھانے کی کوشش کرے کیونکہ اس کی وجہ سے کینہ وحسد، دلی کدورتوں اور بسا اوقات لایعنی بحثوں کی راہ ہموار ہوتی اور سسرالیوں کے دل میں بہو کے گھر والوں کیلئے تناؤ پیدا ہوتا ہے۔

* سسرال میں اپنے میکے والوں کے غیر ضروری تذکرے نہ کرے کہ اس سے بھی ساس سسر شوہر اور نندوں وغیرہ کو انجانی کوفت ہونے لگتی ہے اور وہ چڑنے لگتے ہیں۔

* فون وغیرہ کے ذریعے اپنے میکے والوں سے اتنا زیادہ رابطہ نہ رکھے کہ میکے والے تشویش اور غلط فہمیوں کا شکار ہو جائیں۔

* ضرورتاً اپنے والد، والدہ یا بہنوں وغیرہ سے فون پر بات کرنی پڑے یا ان کا فون آئے تو سُسرالیوں سے بطورِ خاص دور جا کر کسی گوشے میں بات کرنے کے بجائے ان کے سامنے ہی بات کرلے، اس طرح خود بھی غیبت وغیرہ سے بچ جائے گی اور وہ بھی شکوک و شبہات میں نہیں پڑیں گے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم تین افراد ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر ایک دوسرے سے سرگوشی نہ کریں۔[1] تاکہ وہ یہ گمان نہ کرے کہ یہ دونوں اس کے خلاف سرگوشی کررہے ہیں۔[2]

* اپنے میکے میں سسرال کی خامیوں اور کمزوریوں کا تذکرہ نہ کرے کہ اب شوہر کا گھر اس کا اپنا ہی گھر ہے اور گھر کی خامیوں اور کمزوریوں کا دوسروں سے تذکرہ کرنا اخلاقی اور سماجی دونوں اعتبار سے غلط ہے۔

* سسرال میں اگر آپسی جھگڑے ہوں بالخصوص نندوں اور جٹھانیوں میں نوک جھونک ہو تو بہو فساد پھیلائے نہ خود کو کسی کی آلہ کار بنائے بلکہ اپنا دامن بچائے اور ممکن ہو تو صلح کروا دے کہ ایک حدیثِ پاک میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صلح کروانے کو نماز روزے اور زکوٰۃ سے بھی افضل عمل بتایا ہے۔[3]

* یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھے کہ خود ہی اپنی بالادستی جتانے اور مسلط کرنے میں اور بے لوث محنت کرکے دوسروں سے اپنی بالادستی تسلیم کروانے میں بڑا فرق ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دِیدہ ور پیدا

* رہائش کے مناسب بندوبست کے باوجود صرف اپنی مرضی و خوشی کے پیشِ نظر ساس سُسر، نندوں، دیورانیوں اور جٹھانیوں سے جدا رہنے کے لئے بہو کو علیحدہ گھر کی ضد سے باز رہنا چاہئے اور شوہر کو اس کے والدین اور بہن بھائیوں کے مقابل نہیں لانا چاہئے، بالخصوص جبکہ علیحدہ گھر مُہیّا کرنا شوہر کی استعداد سے باہر یا مرضی کے خلاف ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے اسے اپنی ساس سُسر، نندوں دیورانیوں اور جٹھانیوں کی پہلے سے زیادہ مخالفت کا سامنا کرنے کے علاوہ شوہر کو خود سے بددل کرنے کی مصیبت بھی جھیلنی پڑسکتی ہے۔

* سُسر اور بہو اگرچہ ایک دوسرے کیلئے محرم ہیں، ان کے لئے ایک دوسرے سے شرعی پردہ کرنا واجب نہیں مگر اس کے باوجود بہو کو چاہئے جب بھی سُسر کے سامنے جانا ہو ان کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے سر، گلے اور سینے وغیرہ پر دوپٹا یا چادر اچھی طرح اوڑھ لے، ان سے بے تکلّف نہ ہو، تکلّف اور شرم و حیا کی دیوار قائم رکھے، ویسے بھی مُسلم معاشرے کے شریف خاندانوں میں بہو بیٹیوں کا گھر کے بزرگوں کے سامنے کھلے سر جانا بدلحاظی گردانا جاتا ہے۔ البتہ دیور و جیٹھ غیر محرم ہیں ان سے پردہ کرنا شرعاً ضروری ہے۔[4]

اللہ پاک ہمیں ایک دوسرے کے مرتبے کا پاس رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور غیبتوں اور قلبی کدورتوں سے بچائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 بخاری، 4/ 185، حدیث: 6288 2 مرقاۃ المفاتیح، 8/ 299 3 ابو داود، 4/ 365، حدیث: 4919 ماخوذاً 4 فتاویٰ رضویہ، 11/ 415

مسلمان بہو

اُمِّ میلاد باجی
نگران عالمی مجلسِ مشاورت دعوتِ اسلامی

اسلام میں تمام خواتین کو حقوق دیئے گئے ہیں، چنانچہ ایک مسلمان بہو کو بھی تنہا نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کو بھی اپنی زندگی بہتر بنانے کے لئے بہت سی کام کی باتیں بیان فرمائی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر بہو بھی اپنی نئی زندگی کو شاندار طریقے سے گزار سکتی ہے۔

بہو کے لئے کام کی باتیں: بہو کو چاہیے کہ اپنا دل دوسروں کے لئے صاف رکھے اور سب کا دل سے ادب و احترام کرے، اللہ پاک سے ہمیشہ اچھا گمان ہی رکھے، اگر پھر بھی کوئی اس سے برا کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہو گا اور اس کو اپنے کئے کی سزا ملے گی، اسی طرح لڑکی کے گھر والوں کو چاہیے کہ اپنی لڑکی کے سسرالیوں کے خلاف کان نہ بھریں اور ساس کو اس کا دشمن بنا کر پیش نہ کریں بلکہ اس میں خود اعتمادی پیدا کریں اور ہر قدم پر اس کی حوصلہ شکنی کرنے کے بجائے اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ نیز بہو کو چاہیے کہ نئے گھر میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرے اور شوہر کو بھی چاہیے کہ وہ بھی اس بات کا خیال رکھے کہ اس کی بیوی پر اس کی وسعت کے مطابق ہی بوجھ ڈالا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر ہی پورے گھر کا بوجھ ڈال کر باقی ساری خواتین آرام سے بیٹھی رہیں۔ اس طرح کرنے پر اللہ پاک کی بارگاہ میں جواب دینا ہو گا۔

بہو کو کیا کرنا چاہیے؟ بہو کو چاہیے کہ شوہر ساس نند دیورانی جیٹھانی وغیرہ سب کے ساتھ حسنِ اخلاق کا مُظاہرہ کرے، زبان سے کسی کو ایذا نہ پہنچائے، اسی طرح بہو کو طعن و تشنیع سے بھی بچنا چاہیے، کسی پر غصہ یا بے جا ڈانٹ ڈپٹ سے پرہیز کرنا چاہیے، جو کام ذمہ پر ہوں ان کو بحسن و خوبی انجام دینا چاہیے، نیز اپنے کاموں کی طرف توجہ مرکوز رکھے، دوسروں کے معاملات سے بے پروا ہو جائے اور اپنے معاملات اللہ پاک کے سپرد کر دے، اس سے وہ سکون میں رہے گی۔

بہو کو کیا نہیں کرنا چاہیے؟ بد اخلاقی کا مظاہرہ نہ کرے، اپنے کاموں سے جی نہ چرائے، اپنے معاملات میں سستی کاہلی کا مظاہرہ نہ کرے، کسی کو اپنے اوپر بولنے کا موقع نہ دے، دوسروں کی ٹوہ میں نہ پڑے۔

ایک بہو کے لئے چند نصیحت آموز باتیں: اچھے اَخلاق کی بدولت اخروی برکتوں کے ساتھ ساتھ دنیوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ایک بہو کی حیثیت سے آپ جس گھر میں آئی ہیں اسے اپنا گھر سمجھتے ہوئے ساس کو ماں کا درجہ دیں، اسی طرح نندوں سے بہنوں کی طرح برتاؤ رکھیں، ان کی سخت بات کو بھی اسی طرح مثبت انداز سے لیں جس طرح اپنی والدہ اور حقیقی بہنوں کی لیتی تھیں، لڑائی جھگڑے کی صورت ہی نہ پیدا ہونے دیں۔ ساس کی خدمت کو اپنی ماں جان کر اپنی ذمہ داریوں میں شامل رکھئے۔ اس سے نہ صرف اپنائیت و انسیت کا ماحول پیدا ہو گا بلکہ نئی جگہ آپ کے قدم مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جائیں گے، اسی طرح گھر کی دیگر خواتین کو بھی چاہیے کہ بہو کا احترام کریں اور اس کے خلاف سازشیں نہ کریں اور نہ ہی بغض و کینہ رکھیں۔

ساس کا کردار

بنتِ اللہ بخش عطاریہ
ہند

ماں بیٹے کے درمیان محبت کے مضبوط رشتے کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، ماں ہمیشہ اپنے بیٹے کی خیر خواہ ہوتی ہے۔ مگر بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں ایک ماں جب اپنے بیٹے کے لئے اپنے تئیں ہر طرح ٹھونک بجا کر ایک اچھی دلہن بیاہ کر لاتی ہے، تو بطورِ ساس اس کا جو کردار سامنے آتا ہے وہ قطعاً سمجھ سے بالاتر ہے۔ بلکہ ایک اچھی بھلی سمجھ دار خاتون بھی بسا اوقات روایتی ساس بن جاتی ہے۔ اگرچہ اس کے کئی ایک اسباب ہو سکتے ہیں، مگر ان میں ایک بنیادی سبب وہ بھی ہے جس کا ذکر ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں۔[1] چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض عورتیں بطورِ ساس اپنی اسی کم عقلی و نادانی کی بنا پر اپنے ہی بیٹے کی گھریلو زندگی کو تباہ کرنے کا باعث بن جاتی ہیں۔ لہٰذا گھر کے ماحول کو پر امن بنانے کیلئے ساس کے کردار کو بخوبی جاننا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے ذیل میں پیش کردہ مختصر خاکے کو پیشِ نظر رکھنا مفید رہے گا:

اجارہ داری کا خاتمہ: عورت چونکہ اپنی ملکیت میں کسی کی شرکت برداشت نہیں کرتی، لہٰذا جب وہ یہ محسوس کرتی ہے کہ اس کا بیٹا اب پہلے کی طرح اسے وقت نہیں دے رہا، بلکہ اس کی خدمت میں بھی کمی آگئی ہے تو وہ یہ برداشت نہیں کر پاتی اور بسا اوقات اپنی فطری نادانی کے باعث اپنے ہی بیٹے کا گھر اجاڑنے کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ مثلاً وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنی اَنا کا مسئلہ بناتے ہوئے بہو پر طعنوں کے تیر برسانا اور بات بات پر ٹوکنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر بسا اوقات اسی پر بس نہیں کرتی بلکہ بیٹے کو بہو کے خلاف مختلف حیلوں اور بہانوں سے ورغلانے سے بھی باز نہیں آتی۔ یوں بہو کی دل آزاری کے گناہ میں ہی مبتلا نہیں ہوا جاتا بلکہ اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ بھی توڑے جاتے ہیں، اگر کبھی وہ حقیقت بیان کرنے کی کوشش بھی کرے تو بھی منہ پھٹ وغیرہ کے القاب سے نوازی جاتی ہے، اگر بیٹا ماں کی باتوں پر کان نہ دھرے اور اپنی بیوی کا خوب خیال رکھے اور اس کی ضروریات پوری کرے تو اس کی کم بختی آ جاتی ہے، ماں ناراض ہو جاتی ہے، اسے ہر وقت کوستی رہتی ہے، بلکہ اسے جورو(بیوی) کا غلام اور ماں کا نافرمان ہونے کے طعنے بھی دیتی ہے۔ چنانچہ ایسے گھرانوں میں سکون کی فضا کا قائم ہونا بلاشبہ کسی کرامت سے کم نہیں۔ لہٰذا ہر وہ عورت جو ساس بن چکی ہے، اسے چاہئے کہ وہ سوجھ بوجھ سے کام لے اور نادانیاں چھوڑ کر اپنے ہی بیٹے کی زندگی کو زہر آلود کرنے کے بجائے خوشگوار بنانے کی کوشش کرے۔

حقوق کی چھینا جھپٹی: فی زمانہ بدقسمتی سے ساس بہو کے جھگڑوں کی ایک بنیادی وجہ دونوں کا اپنے اپنے حقوق کے حصول کی کوشش میں یہ بھول جانا ہے کہ مرد پر دونوں کے حقوق کی ادائیگی لازم ہے، چنانچہ اگر ساس(ماں کی حیثیت سے) اور بہو (بیوی کی حیثیت سے) مرد پر صرف اپنا ہی حق نہ سمجھیں بلکہ

دوسرے کے حقوق کی ادائیگی پر ناراض ہونے کے بجائے خوش ہوں تو بھی ساس بہو کی روایتی رنجشیں ختم ہو جائیں گی۔ یعنی ساس بطورِ ماں بیٹے کو بیوی کے حقوق ادا کرتے دیکھ کر خوش ہو کہ اس کا بیٹا شوہر ہونے کے ناطے اپنا حق ادا کر رہا ہے اور بہو بطورِ بیوی یہ یقین رکھے کہ اس کا شوہر ماں کی اطاعت کر کے اللہ پاک کے حکم پر عمل کر رہا ہے۔

محرومیوں کا بدلہ لینا: ساس بھی کبھی بہو تھی، کے مصداق جو سلوک اس کے ساتھ بطورِ بہو ہوا وہ وہی سلوک اپنی بہو کے ساتھ نہ کرے، بلکہ ساس کو چاہئے کہ وہ اپنی محرومیوں کا بدلہ لینے کے بجائے بہو کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تاکہ بطورِ بہو اس نے جن مشکلات و آزمائشوں کا سامنا کیا اس کی بہو ان سے محفوظ رہے۔

ذمہ داریوں کا تعین: خوشگوار زندگی کی ایک علامت گھر کے تمام افراد میں اچھے و مضبوط تعلقات کا ہونا بھی ہے، چنانچہ گھریلو کام کاج میں ممکن ہو تو ذمہ داریوں کو بانٹ لیں۔ بعض گھروں میں ساس کو اپنا کام خود کرنے یا کھانا خود پکانے کا شوق ہوتا ہے، ایسے میں اسے بہو کی دخل اندازی پسند نہیں آتی۔ چنانچہ بہو بھی کھانا پکانے سے دور رہتی ہے یا پھر اس کے برعکس ساس مکمل ذمہ داری بہو کو سونپ دیتی ہے اور خود کام کاج کو ہاتھ بھی نہیں لگاتی۔ ہر دو صورت میں بسا اوقات بظاہر دونوں اپنی اپنی جگہ مطمئن ہوتی ہیں مگر اس کے اثرات کچھ عرصے بعد گھریلو ناچاقی کی صورت میں سامنے آتے دیکھے گئے ہیں، لہٰذا بہتر ہے کہ بھلے کھانا کوئی بھی پکائے مگر سبزی وغیرہ صاف کرنے و بنانے میں دوسری ضرور مدد کرے، اس طرح کاموں کی باہم تقسیم کاری سے تمام کام بروقت پورے ہوں گے اور کسی پر بوجھ بھی نہ ہو گا۔

دلوں کی دوری: جو ساس اپنی بہو کو پرائے گھر کی بیٹی مانتی ہے وہ بہو سے ہر وہ کام لینا جائز سمجھتی ہے جو وہ اپنی بیٹی سے کسی بھی قیمت پر کرانا پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ساس بہو کے رشتے کی بنیاد اخلاص پر رکھی جائے اور دلوں میں بغض وکینہ وغیرہ کو جگہ نہ دی جائے، ساس بہو کو بیٹی کی طرح سمجھے اور اسے یہ احساس دلائے کہ وہ گھر کی نوکرانی نہیں بلکہ گھر کی ایک اہم فرد ہے، ادھر بہو اپنی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری سے ساس کو یہ باور کرائے کہ وہ اس کی سگی ماں کی طرح ہے۔ یہ کام اگرچہ کافی مشکل ضرور ہے، مگر ناممکن نہیں، یاد رکھئے! جو خواتین بہو کو بیٹی نہیں سمجھتیں بلکہ بہو سے کچھ غلطی ہو جانے پر نظر انداز کرنے کے بجائے اس پر لعنت ملامت کرنے لگتی ہیں، جبکہ اپنی بیٹی بڑے سے بڑا نقصان بھی کر دے تو اسے بچی سمجھ کر ٹال دیتی ہیں، وہ خود خوش رہتی ہیں نہ ان کے گھرانوں سے لڑائی جھگڑے ختم ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جو عورتیں بطورِ ساس دل میں کدورتوں کو جگہ نہیں دیتیں اور بہو کو بیٹی کی طرح سمجھتی ہیں، اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو درگزر سے کام لیتی ہیں، بہو سے نرمی و پیار سے پیش آتی ہیں، پریشانی میں اس کی ڈھارس بندھاتی ہیں، اس کے ہر دکھ سکھ میں اس کے ساتھ کھڑی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ بہو بھی ان کی اپنائیت سے متاثر ہو کر انہیں ہی اپنی خیر خواہ اور ہمدرد سمجھنے لگتی ہے، ان کی خدمت پر ہر وقت کمربستہ رہتی ہے، کبھی کسی غلطی پر وہ ڈانٹ بھی دیں تو یہ سمجھ کر کہ جب وہ اپنے ماں باپ کے گھر تھی اور غلطی یا نقصان ہو جانے کی صورت میں ماں باپ کی جانب سے ڈانٹ پھٹکار سننی پڑتی تھی، لہٰذا انہوں نے بھی تو اسی حق کی بنا پر ڈانٹا ہے، اس لئے وہ اس ڈانٹ کو انا کا مسئلہ بناتی ہے نہ معافی مانگنے میں کوئی شرم و ندامت محسوس کرتی ہے۔

الغرض ساس کے بہو کے ساتھ محبت سے پیش آنے اور بہو کے ساس کی عزت کرنے سے گھر امن کا نمونہ ہی نہیں بنے گا بلکہ ان کی آخرت بھی سنور جائے گی۔

---

(1) بخاری، 1/ 123، حدیث:304

نند کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ
ہند

خاندان کو خوش رکھنے اور اس کا شیرازہ بکھرنے سے بچانے میں عورت کی مختلف حیثیتوں میں سے نند کا بھی بڑا عمل دخل ہے، اگر نند کا کردار مثبت رہے تو اپنے بھائی اور بھابھی کا گھر بچا سکتی ہے اور انہیں بہت سی گھریلو پریشانیوں سے آزاد رکھ سکتی ہے۔ چونکہ بھائی کی شادی کے بعد بہن کا واسطہ بھائی کی زوجہ یعنی اپنی بھابھی سے بھی رہتا ہے، لہٰذا اگر نند اور بھابھی میں اتفاق واِتّحاد اور اپنائیت قائم ہو جائے تو یہ رشتہ گھر کو امن کا گہوارہ بنانے میں معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے، اس کے برعکس اگر ان دونوں میں سے ہر ایک اپنی برتری جتانے کی ٹھان لے، ہر بات میں ایک دوسرے کی تردید کر کے اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرے، ایک دوسرے کی عزّت اور حیثیت کا لحاظ نہ کرے تو گھر کا امن تہ وبالا ہو جاتا ہے۔ عام طور پر نند و بھاوج میں کشیدگی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بہن بھائی کا رشتہ بہت پیار بھرا ہوتا ہے، بہن اپنے بھائی کی لاڈلی ہوتی ہے، اس سے اپنی دلی خواہش پوری کرواتی اور اپنی ناز برداریاں کرواتی ہے، بھائی بھی جی جان سے اس پر شفقت کرتے ہوئے اس کی تمنّا پوری کر دیتا ہے۔ مگر جب بھائی کی شادی ہو جاتی ہے اور دُلہن کی صورت میں بھابھی گھر آتی ہے تو ایک طرف تو بھائی کی توجّہ اور اپنائیت کسی حد تک اپنی بیوی کی طرف بھی ہو جاتی ہے اور دوسری طرف اخراجات بھی بڑھ جاتے ہیں، شادی سے پہلے گھر والوں کے ساتھ جو رویّہ تھا اُس میں بھی فرق آ جاتا ہے جس کے نتیجے میں نند اپنی بھابھی کو اِن تمام باتوں کا ذِمّہ دار سمجھ کر بلاوجہ دل برداشتہ ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے دل میں اپنی بھابھی سے نفرت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بھابھی کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے لگتی ہے، اُس کی ہر بات کا اُلٹا مطلب نکالتی ہے، بات بات پر نکتہ چینی کرتی ہے، بھائی کو بھابھی کے خِلاف بھڑکانے کی کوشش کرتی ہے اور عموماً اپنی ماں کو بھی اپنے ساتھ شریک کر کے بھائی کی محبت میں ہی بھائی کا ہنستا بستا گھر اجاڑ دیتی یا بھائی اور بھابھی کے درمیان ناخوشگواری کی بنیاد ڈالتی یا پھر گھر کا اچھا خاصا ماحول سوگوار بنا دیتی ہے۔ اگر خدانخواستہ نند منفی رویہ اختیار کئے ہوئے ہے تو اسے باز آکر سنجیدگی سے سوچنا چاہئے اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ بھابھی سے الجھنے جھگڑنے سے میرا ہی بھائی جس کی میں لاڈلی ہوں پریشان اور ذہنی دباؤ کا شکار ہو گا، گھر کے دیگر افراد بھی اَذِیّت و بے چینی کا شکار ہوں گے، یوں گھر کا سکون بھی برباد ہو گا۔ چنانچہ ایک نند کو اپنی بھابھی کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے کہ گھر امن کا گہوارہ ثابت ہو، اس کیلئے چند باتیں پیشِ خدمت ہیں:

- نند کو چاہئے کہ وہ بھابھی کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اور ہمیشہ اُس کی طرف سے اپنا دل صاف رکھے۔
- اس کی عزّت کرے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا اس سے بڑی۔
- اسے اپنی سہیلی بنالے۔
- اس کے دکھ درد کا احساس کرے اور اس کی پریشانیوں میں

اس کا ساتھ دے۔

٭ اس کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرے۔

٭ اس کی خامیوں اور عیبوں پر نظر پڑے تو اسے اچھے طریقے سے سمجھائے یا پردہ پوشی کرے۔

٭ بلاوجہ بھائی اور بھابھی کے باہمی معاملات میں مداخلت نہ کرے۔

٭ بھابھی ہو یا کوئی اور کسی کی بھی غیبت نہ کرے۔

٭ نند اگر شادی شدہ ہو اور اپنے میکے آئے تو بھابھی کے سونے جاگنے اور کام کاج وغیرہ پر نکتہ چینی نہ کرے۔

٭ بھابھی پر حکمرانی نہ جتائے۔

٭ اس کی والدہ اس کے سامنے اپنی بہو یعنی اس کی بھابھی کے متعلق شکایات کریں تو حکمتِ عملی سے معاملے کو سلجھانے کی کوشش کرے نہ کہ بھابھی کے خلاف والدہ کی باتیں سن کر انہیں مزید بھڑکائے اور جلتی پر گھی تیل کا کام کرے۔

بہر حال نَند اپنی بھابھی سے اچھا برتاؤ کرے گی تو اِن شاءَ اللہ بھابھی بھی اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے گی اور اللہ پاک کے فضل و کرم سے امید ہے کہ اُس کے اپنے سسرال میں اُس کی نندیں بھی اُس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گی۔ اگر خُدانخواستہ سسرال میں اس کے ساتھ اس کی ساس اور نندوں کا رویّہ اچھا نہیں تو وہ میکے میں اپنی بھابھی سے بدلہ لے نہ بدسُلوکی کرے، بلکہ سوچے کہ اگر وہ بھی اپنی نندوں کی طرح اپنی بھابھی سے برا سلوک کرے گی تو اس میں اور اس کی نندوں میں کیا فرق رہ جائے گا، اگر بطورِ نند وہ بری ہیں تو یہ بھی تو ویسا ہی سلوک کر کے بری بن رہی ہے۔ چنانچہ اسے چاہئے کہ حُسنِ اَخلاق کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھے اور کسی بھی صورت میں بھائی اور بھاوج کے رشتے کے لئے خطرہ نہ بنے۔ اللہ پاک ہم سب کو محبتوں کے رشتوں کو مضبوط بنائے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم



بنت محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی اکنامکس گولڈ میڈلسٹ (میانوالی)

بچوں کی صحت مند نشوونما میں عورت کا کردار

بچے خاندان کا اہم ترین حصہ ہیں کہ انہی سے خاندان کی رونق و خوبصورتی وابستہ ہے اور آنے والے وقتوں میں خاندان کی عزت و آبرو، ترقی و انحطاط اور پہچان و بقا کا انحصار بھی انہی پر ہوتا ہے۔ بچوں کو پروان چڑھانا اور ان کی صحت مند نشوونما کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلے میں ماں کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ بچوں کی صحت مند نشوونما کے لئے دیگر احتیاطی تدابیر کے علاوہ درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا بھی مفید ہے:

1 جسمانی نشوونما سے جس چیز کا بلاواسطہ تعلق ہوتا ہے وہ غذا و خوراک ہے جو بچپن سے بڑھاپے تک عمر کے ہر حصے میں مسلسل جاری رہتی ہے اور چونکہ ایک متوازن خوراک ہی بنیادی غذائی اجزا کا مجموعہ ہوتی ہے جو کہ صحت افزا نشوونما کے لئے بھی ضروری ہے اور بیماریوں کے خلاف جسمانی قوت مدافعت پیدا کرنے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے، لہٰذا بچوں کیلئے ان کی عمر کے مطابق بنیادی غذائی اجزا پر مشتمل متوازن خوراک مثلاً دودھ، دہی، انڈہ، مچھلی، گوشت، سبزی، اناج اور گندم وغیرہ کا اہتمام رکھنا چاہئے اور انہیں مضر صحت غذاؤں سے بھی بچانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ مضر صحت غذائیں



دیورانی جیٹھانی کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ
ہند

مشترکہ خاندانی نظام(Joint family system)ایک عمارت کی طرح ہوتا ہے اور عمارت کی مضبوطی، پائیداری، بقا اور خوبصورتی میں اس کے ستونوں کی مضبوطی اور باہمی ربط و تعلق کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے، اگر ان میں کسی قسم کی کمزوری پیدا ہو جائے یا ان کی مناسب دیکھ بھال کا خیال نہ کیا جائے تو ان پر قائم عمارت میں بھی جگہ جگہ ٹوٹ پھوٹ ہونے اور دراڑیں پڑنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، یوں وہ عمارت زیادہ عرصے تک اپنا وجود برقرار نہیں رکھ پاتی اور بالآخر گر کر ملیا میٹ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مشترکہ خاندانی نظام کی عمارت کی مضبوطی و خوبصورتی بھی اس کے ستونوں یعنی ایک ہی چھت کے نیچے رہنے والوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل، قوتِ برداشت اور معاشرتی اخلاق و آداب کی رعایت پر موقوف ہوتی ہے، جہاں ان کی رعایت نہیں کی جاتی وہاں اس پاکیزہ عمارت میں کمزوری اور دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں اور یوں اس پاکیزہ عمارت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ بلاشبہ جٹھانی یعنی بڑے بھائی کی بیوی اور دیورانی یعنی چھوٹے بھائی کی بیوی بھی خاندان کے دو اہم ترین ستون ہیں، چونکہ یہ دونوں خواتین شادی کے بعد ایک نئے خاندان کا حصہ بنتی ہیں۔ لہٰذا ہونا تو یہ چاہئے کہ یہ دونوں خواتین مل جل کر خاندان کی عمارت کو مضبوط بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں، مگر افسوس! اکثر گھر ان کے درمیان بحث و تکرار اور لڑائی جھگڑے کے سبب میدانِ جنگ بنے رہتے ہیں۔ یہاں ذیل میں چند ایسی باتیں ذکر کی جا رہی ہیں جنہیں اگر یہ دونوں مدِ نظر رکھیں تو ان کے گھر امن کا گہوارہ بن سکتے ہیں:

- جٹھانی یا دیورانی میں سے اگر کوئی گھر کے اہم افراد کا دل جیتنے میں کامیاب ہو جائے تو دوسری کو چاہئے کہ وہ حسد کی آگ میں نہ جلے بلکہ وہ بھی اپنے کام میں نکھار لا کر ان افراد کا دل خوش کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔
- دونوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کی خوبیوں کی جائز تعریف ضرور کریں کہ اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے، مثلاً ان میں سے جس کو اچھا کھانا پکانا آتا ہو یا اچھے کپڑے سیتی ہو یا فرائض کے ساتھ ساتھ نفل عبادات بھی بجالاتی ہو یا دینی کاموں کی شیدائی ہو وغیرہ تو اس کی تعریف کرنے میں دوسری کو ذرا بھی ہچکچاہٹ و کنجوسی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔
- اگر جٹھانی کو دیورانی کی کوئی بات وحرکت اچھی نہ لگے تو وہ اس کے خلاف محاذ کھڑا کرے نہ کسی کے سامنے اظہار کرے اور نہ اسے جلی کٹی سنائے بلکہ اسے اپنی چھوٹی بہن سمجھ کر معاف کر کے ثوابِ آخرت کی حصہ دار بن کر نفس و شیطان کو ناکام و نامراد کر دے۔
- اسی طرح دیورانی کو جٹھانی کی کوئی بات وحرکت بری لگے تو وہ اسے ضد و انانیت کا مسئلہ بنائے نہ اسے اپنا دشمن سمجھ کر غیبت کے گناہ میں مبتلا ہو، بلکہ اسے اپنی بڑی بہن سمجھ کر غصہ پی لے اور درگزر سے کام لے۔

❖ ضدی انسان ہمیشہ تنہارہ جاتا ہے، لہٰذا جٹھانی دیورانی میں سے جس کو جو اور جتنا ملے وہ اس پر راضی رہے اور خواہ مخواہ اپنی شخصیت کو داغ دار کرے نہ بد گمانی کا شکار ہو۔ مثلاً یہ نہ سوچے کہ دوسری کو شادی پر اتنی مالیت کے زیورات پہنائے گئے، مجھے کیوں نہیں؟ اس کو گھر میں مجھ سے زیادہ جگہ کیوں دی گئی؟ اس کے بچوں کا اتنا خیال رکھا جاتا ہے، لیکن میرے بچوں کو اِگنور کیا جاتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

❖ دونوں کو چاہئے کہ اگر کبھی آپس میں "تُوتُو میں میں" ہو جائے تو اسے بڑھاوا نہ دیں، بلکہ "رات گئی بات گئی" کے مصداق رب کی رضا کی خاطر ایک دوسرے کو معاف کر کے معاملے کو رفع دفع کر دیں اور کوئی بھی اپنے شوہر کے سامنے دوسری کے خلاف باتیں کر کے اس کے دل میں نفرت پیدا نہ کرے، عین ممکن ہے ایسا کرنے سے بھائی بھائی کا دشمن بن جائے اور معاملہ مزید بھیانک روپ اختیار کر لے۔

❖ بعض خواتین میں یہ عادت پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اچھا سمجھتیں اور دوسروں کی اولاد میں نقص ڈھونڈتی رہتی ہیں بلکہ بسا اوقات منہ پر ہی اظہار بھی کر دیتی ہیں کہ تمہارا بچہ تو ایسا ہے۔ لہٰذا ان دونوں کو ایک ہی خاندان کی بہو ہونے کے ناطے ایک دوسرے کے بچوں کو اپنا ہی سمجھنا چاہئے اور خواہ مخواہ ایک دوسری کے بچوں میں عیب نہیں ڈھونڈنا چاہئے، کہ اس سے بچوں کی تربیت پر بھی برا اثر پڑتا ہے اور وہ اپنی ماؤں کی باہمی ناراضی کی وجہ سے زندگی بھر کیلئے ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔

❖ بچے بچے ہوتے ہیں، جو لڑتے جھگڑتے ہیں پھر دوبارہ سب بھول بھال کر کھیلنے میں مشغول ہو جاتے ہیں، لہٰذا بچوں کی لڑائی کے سبب جٹھانی دیورانی کا آپس میں جھگڑنا، گالی گلوچ کرنا، رشتے ناطے توڑ لینا، خوشی غمی کے معاملات کا بائیکاٹ کر دینا، اپنے بچے کو بے قصور اور دوسری کے بچے کو قصور وار ٹھہرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دینا انتہائی درجے کی کم عقلی ہے۔ لہٰذا بچے لڑیں تو ہاتھوں ہاتھ صلح کروا دیں اور بچوں کو آئندہ ایسا نہ کرنے کی تنبیہ کر دیں، ان شاء اللہ شیطان مردود منہ کی کھائے گا۔

❖ جٹھانی رشتے میں دیورانی سے فائق ہوتی ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اس پر اپنی بڑائی کی دھاک بٹھائے یا اپنے احسانات جتلائے یا دھونس دھمکی کے ذریعے اپنے مطالبات منوائے یا اس کی کردار کشی کرے یا اسے نیچا دکھانے کے مواقع ڈھونڈتی رہے کہ اس طرح تو غیبتوں، چغلیوں، بہتان تراشیوں، بد گمانیوں، عیب دریوں کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ چل پڑتا ہے، لہٰذا جٹھانی کو چاہئے کہ وہ اپنی دیورانی کی عزتِ نفس کا خیال رکھے اور اس کی اس قدر خیر خواہی کرے کہ وہ خود کہہ اُٹھیں کہ اللہ پاک ایسی جیٹھانی ہر دیورانی کو دے۔

❖ دونوں کو چاہئے کہ وہ اپنے ذاتی اختلافات بھلا کر دکھ سکھ کی گھڑی میں سہیلیوں کی طرح رہیں اور بوقتِ ضرورت ایک دوسری کا سہارا بنیں، مثلاً ایک بیمار ہو تو دوسری اس کے کام بھی خوش اسلوبی سے کر دے اور کبھی بھی اپنے دل میں یہ خیال نہ آنے دے کہ جب مجھ پر آزمائش آئی تھی تو اس نے میرے ساتھ کوئی تعاون نہ کیا تھا، لہٰذا میری بلا سے وہ جئے یا مرے میں اس کے ساتھ ہرگز کوئی تعاون نہ کروں گی۔ کیونکہ اگر وہ بھی اسی جیسا سلوک کرے گی تو دونوں میں فرق کیا رہے گا۔ لہٰذا گھر کو امن کا گہوارا بنانے کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایک کے ساتھ کبھی کچھ برا ہوا ہو تو وہ درگزر سے کام لے اور اللہ پاک کی رضا کی خاطر معاف فرما دے۔

اللہ پاک ہمیں اتفاق سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔
اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم



سلسلہ: خاندان میں عورت کا کردار

بہن کا کردار

بنتِ اللہ بخش عطاریہ
ہند

معاشرے میں بحیثیت بہن عورت کے کردار کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ عام طور پر بہن اپنے بھائی کی لاڈلی ہوتی ہے، بھائی بہن کا خوشگوار انداز اور اچھا سلوک گھر میں پیار، محبت، امن اور سکون کا باعث بنتا ہے، لیکن اگر یہ دونوں آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں تو گھر میں بدامنی اور بے سکونی کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا بہن کو چند چیزوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے:

※ اگر بھائی کبھی کسی بات پر بہن پر غصہ ہو کر ڈانٹ دے تو بہن کو اس سے تو تکار کرنے یا ٹیڑھا جواب دینے کے بجائے خاموش رہنا چاہئے کیونکہ عام طور پر غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد بڑے بھائی کو اپنے سخت رویے پر افسوس ہوتا ہے اور وہ اپنی بہن سے معافی مانگ کر یا اسے کوئی چیز کھلا کر اس کی دلجوئی کرتا اور اسے منا لیتا ہے، بہر حال بھائی ڈانٹنے کے بعد دلجوئی کرے یا نہ کرے بہن کو زبان درازی سے گریز ہی کرنا چاہئے۔

※ اگر کبھی نادانستہ طور پر یا جذبات میں آکر بھائی سے زبان درازی کر بیٹھے تو معافی مانگنے میں پہل کر کے اسے منا لے۔

※ بھائی کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر والدین سے اسکی شکایت نہ کرے بلکہ ہر جائز حد تک اپنے بھائی کی طرفداری کرے۔

※ اگر کبھی بھائی کی کسی خامی یا راز کا پتہ چلے تو گھر والوں کے سامنے اس کا چرچا کر کے اسے شرمندہ نہ کرے بلکہ پردہ رکھے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرے تو اللہ پاک قیامت کے دن اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔[1] لیکن یاد رکھئے! ہر بُرائی ایسی نہیں ہوتی کہ اس کا پردہ ہی رکھا جائے لہٰذا اچھی طرح غور کر لیجئے، اگر بھائی میں پائی جانے والی بُرائی مستقبل میں اس کے لئے بڑے نقصان یا والدین کے لئے معاشرتی رسوائی کا باعث بن سکتی ہے تو چشم پوشی سے کام لینے کے بجائے بہن کو خود اس کی اصلاح کرنی چاہئے یا خالصۃً اصلاح کے لئے والدین وغیرہ سے اس خامی کا تذکرہ کر دینا چاہئے۔

※ بہن اگر بڑی ہے تو چھوٹے بہن بھائیوں پر شفقت کرے، ان کی ضروریات و تکالیف کا خیال رکھے، اگر ان پر سختی کر بیٹھے تو مناسب موقع پر چھوٹوں سے اپنی سخت گیری کی معافی مانگ لے کہ اس سے ان کے دل میں اس کی عزّت بڑھے گی۔

※ چچا، تایا اور پھوپھی زاد چھوٹے بہن بھائیوں سے بھی اپنائیت و شفقت سے پیش آئے، البتہ چچا، تایا اور پھوپھی کے بیٹے اگر بالغ ہوں تو ان سے شرعی پردہ کرنا ضروری ہے۔

※ بہن اگر شادی شدہ ہو تو شوہر کے سامنے کبھی بھائی کو شرمندہ و رسوا نہ کرے، ہمیشہ اس کی عزّت کا خیال رکھے۔

※ رسومات کے نام پر یا خوشیوں کے تہوار پر بھائی سے بے جا مطالبات کر کے اسے آزمائش میں نہ ڈالے۔

※ شادی شدہ بھائی کی زوجہ سے بحیثیت نند اچھا رویہ اختیار کرے، اس کا ساتھ دے، بھائی سے محبت کی وجہ سے بھابھی سے نہایت اپنائیت سے پیش آئے، بھابھی کی مخالفت میں اپنی ماں کی باتوں اور شکایتوں میں بے جا حمایتی بن کر اپنے بھائی اور بھابھی کی مشکلات میں اضافہ نہ کرے۔

اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

[1] مسلم، ص1072، حدیث:6595

بیٹی کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ ہند

بیٹیوں کو قابلِ نفرت سمجھنے اور زندہ زمین میں دفنا دینے کے انسانیت سوز رواج کو انسانیت کے سچے اور حقیقی محسن، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسی وقت اپنے قدموں تلے روند ڈالا تھا: جب آپ نے بیٹیوں کو تکلیف نہ دینے، کمتر نہ سمجھنے اور ان پر بیٹوں کو ترجیح نہ دینے والے باپ کو[1] اور بیٹیوں، بہنوں یا خاندان کی بچیوں کی پروش کرنے، ان کیلئے مشکلات جھیلنے اور ان کے اخراجات برداشت کرنے والے حوصلہ مند شفیق باپ، خیر خواہ بھائی اور ہمدرد سرپرستوں کو جنت کی خوشخبری سنائی۔[2] یوں مسلم معاشرے میں بیٹیوں کو جہاں اہمیت ملی، وہیں ان کو گھر کی عزت سمجھا جاتا اور مان بھی دیا جاتا ہے۔ ہر عورت چونکہ پہلے بیٹی ہوتی ہے، بعد میں بہن، ماں اور دیگر رشتوں کے اعتبار سے پہچانی جاتی ہے۔ لہٰذا بیٹی ہونے کی حیثیت سے وہ سماج میں کوئی اہم کردار ادا کرنا ہی چاہتی ہے تو اسکی چند صورتیں ہیں: (1) قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ (پ22، الاحزاب:33) کے حکمِ قرآنی پر عمل کرتے ہوئے بحفاظت گھر میں رہ کر اپنے والد اور بھائیوں کی آن بان اور شان کی حفاظت کرے، انہیں گھریلو فکروں سے آزاد، مطمئن اور بے فکر رکھے۔ (2) علم سیکھے اور سکھائے تاکہ سماج سے جہالت کے اندھیرے دور ہوں اور علم کی روشنی پھیلے کہ یہ وہ عظیم خدمت ہے جو دین و دنیا کے لئے نفع بخش بھی ہے اور ہماری متعدد بزرگ خواتین کی سیرت کا اہم حصہ بھی۔ امام حسن کی پوتی سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا نے علم کی اس قدر شمعیں جلائیں کہ جید ائمہ حتی کہ امام شافعی کا بھی شمار آپ کے طلبہ میں ہوتا ہے۔[3] امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے طلبہ سے مؤطا پڑھتے ہوئے کوئی غلطی ہوتی تو ان کی صاحبزادی اپنے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتیں جس پر امام مالک طالبِ علم سے فرماتے: دوبارہ پڑھو، تم سے غلطی ہوئی ہے۔[4] مگر یاد رکھئے! پڑھنے پڑھانے کے لئے معاشی ضروریات کے تحت اگر گھر سے باہر جانا پڑے تو والد اور بھائی کا دامنِ عزت بچانا بھی بیٹی کے معاشرتی کردار کا اہم حصہ ہے۔ (3) اس دور میں بیمار یا زخمی ہونے یا عورتوں سے متعلق مخصوص امراض و معاملات میں مبتلا ہونے کی صورت میں بہت سی خواتین کو لیڈی ڈاکٹر میسر نہ آنے کی وجہ سے آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے زندگی کے اس اہم شعبہ میں اپنی ذمہ داری ادا کرنا بھی ایک سماجی خدمت ہے۔ ماضی میں بہت سی بزرگ خواتین بھی یہ خدمات ادا کر چکی ہیں۔ جیسا کہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت امِّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے ایک بار اپنے خاوند حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے کہنے پر ایک مسافر عورت کی زچگی کی حالت میں مدد فرمائی۔[5] صحابیات جنگوں میں مجاہدین کے پیچھے رہتیں، کھانا پکاتیں، زخمیوں اور بیماروں کا علاج کرتیں۔[6] یاد رہے کہ یہ صحابیات کھانا عام غازیوں کیلئے پکاتی تھیں مگر دوا اور مرہم پٹی یا تو صرف اپنے محرم رشتہ داروں کی کرتی تھیں یا عام غازیوں کی بھی مگر پردہ کے ساتھ بغیر انہیں ہاتھ لگائے۔ غرضیکہ اس حدیث کو اِس زمانہ کی بے پردگی، آوارگی اور عورتوں کی آزادی پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔[7] لہٰذا فی زمانہ جو خواتین یہ شعبہ اپنائیں اوّلاً تو خود کو عورتوں کے علاج تک ہی محدود رکھیں اور اگر ضرورتاً مردوں سے بات کرنی پڑے تو فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (پ22، الاحزاب:32) کے حکم پر عمل کرتے ہوئے نرمی و نزاکت کے بجائے سادہ و روکھے انداز میں بات کرنی چاہئے۔

---

(1) ابو داؤد، 4 / 435، حدیث: 5146 ماخوذاً (2) مسند امام احمد، 3 / 234، حدیث: 8433 و 10 / 179، حدیث: 26578، ماخوذاً (3) وفیات الاعیان، 2 / 129 (4) مدخل، 1 / 156 (5) التبصرہ، 1 / 427 (6) مسلم، ص 778، حدیث: 4690 (7) مراٰۃ المناجیح، 5 / 518

خالہ کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ
ہند

ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہوگیا ہے، کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟ دریافت فرمایا: کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ عرض کی: نہیں۔ تو آپ نے پوچھا: تمہاری کوئی خالہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔[1]

معلوم ہوا! اللہ پاک نے خالہ کو ماں کی مثل و قائم مقام قرار دیا ہے اور اس پر کئی روایات شاہد ہیں جیسا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو پیدا ہوتے ہی ان کی والدہ ماجدہ کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس لے گئیں۔ جہاں 4000 خدّام رہتے تھے اور اُن کے سردار 70 یا 27 تھے جن کے امیر اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام تھے۔ بیت اُلمقدس کا ہر سردار یہی چاہتا تھا کہ اسے حضرت مریم کی خدمت کا شرف حاصل ہو تو حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: میں ان کا زیادہ مستحق ہوں کیونکہ ان کی خالہ میرے نکاح میں ہیں۔ بہر حال بذریعہ قرعہ اندازی آپ حضرت مریم کے کفیل مقرر ہوئے۔[2] اسی طرح حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد دوسرے سال جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم عُمرہ قضا سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہتی پیچھے ہولیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں لے لیا اور ہاتھ پکڑ لیا پھر حضرت علی، زید بن حارثہ اور جعفر طیار رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک نے اپنے پاس رکھنے کا دعویٰ کیا اور دلائل بھی دیئے مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے، لڑکی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی، کیونکہ اس لڑکی کی خالہ ان کی زوجہ تھیں۔[3]

جب اسلام نے خالہ کو اتنا مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے تو خالہ پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی بہن کی اولاد کو اپنی اولاد کی طرح ہی سمجھے اور جس طرح ماں اپنے بچوں کو ہمیشہ خیر خواہی کی باتیں سکھاتی ہے اور کبھی ان کا برا نہیں چاہتی تو خالہ کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بھانجے بھانجیوں کو کسی غلطی پر ڈانٹ ڈپٹ بھی کر سکتی ہے، مثلاً اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ایک بھانجے حضرت یزید بن اَصَم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے یعنی جنتی صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے بیٹے نے مل کر مدینہ شریف کے ایک باغ میں گھس کر کچھ کھا لیا تو یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہو گئی، اس وقت آپ مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لا رہی تھیں کہ راستے میں ہی ہم دونوں مل گئے، تو آپ نے اپنے بھانجے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی ڈانٹا ڈپٹا بلکہ حضور کے گھرانے سے تعلق کی پاسداری کا خیال رکھتے ہوئے آئندہ ایسا کرنے سے منع بھی فرمایا۔[4]

خالہ کو درج ذیل باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے:

- ❖ اپنے اور اپنی بہن کے بچوں میں کبھی بھی فرق نہ کرے، ہمیشہ سب کے ساتھ ایک جیسا محبت بھرا سلوک کرے، یہاں تک کہ اپنے اور بہن کے بچوں میں اختلاف پیدا ہو جائے تو ایک سلجھی ہوئی ماں کی طرح خوش اسلوبی سے ان کے اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کرے یا پھر

حق کا ساتھ دے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا نے واقعہ افک میں کیا کہ اپنے بیٹے کے بجائے بھانجے کا ساتھ دیا۔[5]

- ❖ اگر وہ مفلس و محتاج ہوں تو اپنی گنجائش کے مطابق غیر محسوس طریقے سے ان کی مدد کرتی رہے مثلاً عید وغیرہ پر انہیں کپڑے دلا دے، گھر قریب ہو تو جب بھی کوئی اچھا کھانا پکائے تو انہیں بھی بھیج دے۔
- ❖ کبھی کبھار ان کے یہاں آتی جاتی بھی رہے کہ کچھ وقفے سے رشتے داروں سے ملنا محبت و الفت میں زیادتی کا باعث ہوتا ہے۔ اگر راستہ طویل ہو یا اور کسی سبب سے جا نہ پائے تو جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرے مثلاً ای میل، واٹس ایپ، فون وغیرہ کے ذریعے رابطے میں رہے۔
- ❖ جب بھی ان کے پاس جائے تو اپنی حیثیت و طاقت کے مطابق ان کے لئے کچھ تحائف بھی ضرور لے کر جائے۔
- ❖ اگر کبھی وہ ملنے آئیں تو خوشی کا اظہار کرے اور ان کی بھرپور مہمان نوازی کرے۔ جیسا کہ وفد بنی ہلال کے لوگوں نے جب دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا تو اس وفد میں شریک حضرت زیاد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ام المومنین بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری کے لئے آپ کے گھر تشریف لے گئے کیونکہ وہ ان کی خالہ تھیں، ابھی اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تشریف لے آئے اور یہ جان کر کہ حضرت زیاد ام المومنین کے بھانجے ہیں آپ نے دعاؤں کے علاوہ ازراہِ شفقت ان کے سر اور چہرے پر اپنا نورانی ہاتھ پھیر دیا۔ جس کی برکت سے لوگ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ہمیشہ ایک نور اور برکت کا اثر دیکھتے رہے۔[6]
- ❖ ان کی ہر خوشی غمی میں ہمیشہ شریک رہے۔
- ❖ کبھی بھی ان سے اپنا تعلق ختم نہ کرے کہ اس کا بہت بڑا گناہ ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔[7] اگر کبھی ان کی کوئی بات بری لگے تو بھی درگزر سے کام لے اور انہیں معاف فرمادے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج ہمارے ساتھ قطع رحمی کرنے والا نہ بیٹھے۔ چنانچہ ایک نوجوان محفل سے اٹھ کر اپنی خالہ کے پاس آیا، ان کے درمیان کوئی رنجش تھی، اس نوجوان نے اپنی خالہ سے معافی مانگی اور خالہ نے بھی اسے معاف کر دیا۔ پھر وہ دوبارہ مجلس میں واپس آیا تو حضور نے فرمایا: اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں قطع رحمی کرنے والا ہو۔[8] اسی طرح مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انتہائی لاڈلے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خالہ کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھاتیں اور جو آئے فوراً خرچ کر دیتی ہیں، ایک مرتبہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کس طرح روکنا چاہئے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوا تو سخت ناراض ہوئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھالی۔ حضرت عبد اللہ کو خالہ کی ناراضی سے بہت صدمہ ہوا، بہت لوگوں سے سفارش کرائی مگر وہ راضی نہ ہوئیں۔ آخر حضرت عبد اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ننھیال سے دو حضرات کو سفارشی بنایا اور خود بھی خوب آہ وزاری کر کے معافی مانگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں اور آخر معاف فرما دیا۔ پھر اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں۔[9]

---

❶ ترمذی، 3/362، حدیث: 1911 ❷ تفسیرِ نعیمی، 3/400 ملخصاً ❸ بخاری، 3/94، حدیث: 4251 ماخوذاً ❹ مستدرک، 5/42، حدیث: 6878 ❺ تفصیلی واقعہ کتب سیرت وغیرہ میں دیکھئے۔ ❻ مدارج النبوۃ (فارسی)، 2/360 ❼ مسلم، ص 1383، حدیث: 2006 ❽ تاریخ ابن عساکر، 20/167 ❾ بخاری، 3/119، حدیث: 6073

پھوپھو کا کردار

بنتِ اللہ بخش عطاریہ
ہند

معاشرے اگرچہ ترقی کر رہے ہیں مگر خاندانی نظام میں ایک اہم کردار یعنی پھوپھو کی حیثیت دن بہ دن کم ہوتی نظر آرہی ہے۔ حالانکہ یہ رشتہ بھی ایک نعمت ہے، کیونکہ پھوپھو اپنی ذات میں ماں، بہن، بیٹی وغیرہ تمام رشتوں کا مجموعہ ہوتی ہے اور ہمیشہ سے بھتیجے بھتیجیوں کی تربیت میں پھوپھی کا کردار نہایت اہم رہا ہے۔ مثلاً اپنے زمانے کے بہترین محدّث، مقرر اور مصنف علامہ ابوالفرج عبد الرحمٰن ابنِ جوزی رحمۃُ اللہِ علیہ کے والدِ ماجد کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش آپ کی پھوپھی نے فرمائی تھی۔(1)

اسی طرح ایک مرتبہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمتِ سراپا غیرت میں ان کے بھائی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا باریک دوپٹا اوڑھے ہوئے حاضر ہوئیں تو انہوں نے اِس دوپٹے کو پھاڑ کر انہیں موٹا دوپٹا اُڑھا دیا۔(2) یعنی اس دوپٹا کو پھاڑ کر دو رومال بنا دیئے تاکہ اوڑھنے کے قابل نہ رہے، رومال کے کام آئے۔ لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ آپ نے یہ مال ضائع کیوں فرما دیا۔ یہ ہے عملی تبلیغ اور بچیوں کی صحیح تربیت و تعلیم، اس دوپٹے سے سر کے بال چمک رہے تھے، سَتر حاصل نہ تھا اس لیے آپ نے ایسا کیا۔(3)

فی زمانہ بعض گھروں میں پھوپھی کے کردار کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، یہاں چونکہ ان وجوہات وغیرہ کو ذکر کرنا مقصود نہیں، بلکہ ایسی باتیں ذکر کرنا مقصود ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ایک خاتون بطورِ پھوپھو خاندان میں اپنا بہترین کردار ادا کر سکے تاکہ ہر کوئی اس کی اس حیثیت کو عزت کی نگاہ سے دیکھے۔ چنانچہ،

پھوپھی کے لئے چند مدنی پھول

☆ پھوپھی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اسے چاہئے کہ وہ بھتیجے بھتیجیوں کو اچھی باتوں کی تعلیم دے اور انہیں بُرائی سے ہر دم روکتی رہے۔

☆ دیکھا گیا ہے کہ اکثر پھوپھی کی توجہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں پر زیادہ ہوتی ہے اور یہ بطورِ ماں جس طرح اپنی اولاد کی تربیت کے معاملے میں فکر مند ہوتی ہے اسی طرح یہ بطورِ پھوپھی بھی اپنے بچوں کے مثل بھتیجے بھتیجیوں کی تربیت کرتی ہے۔

☆ پھوپھی حق بات کہنے وسننے کی عادی ہو تاکہ اس کے بھتیجے بھتیجیوں میں بھی یہ وصف پیدا ہو۔

☆ ہماری بزرگ خواتین ہر حال میں شکرِ الٰہی بجا لاتیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی اور ان کے بھائی، بہنوں کی اولاد میں بھی شکر گزاری کا مادہ کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوتا تھا۔ لہٰذا ہر پھوپھی کو شکر گزار ہونا چاہئے اور بھتیجے بھتیجیوں کو بھی یہ سکھانا چاہئے کہ شکر نعمتوں میں اضافے جبکہ ناشکری ناراضیِ الٰہی کا سبب ہے۔

☆ پھوپھی کا اندازِ گفتگو اچھا ہونا ضروری ہے۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: مومن طعنہ مارنے والا، لعنت کرنے والا، بری و گندی گفتگو کرنے والا نہیں ہوتا۔(4) اس سے بھی معلوم ہوا کہ پھوپھی کے لیے مدنی پھول یہ بھی ہے کہ یہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں سے اچھے انداز و عمدہ اخلاق سے پیش آئے۔

☆ پھوپھی کے گھر میں اس کے بھتیجے بھتیجیاں آئیں تو وہ ان کی

اچھی مہمان نوازی کیا کرے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو اللہ پاک اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔[5]

☆ پھوپھی اپنے بھتیجے بھتیجیوں کی دنیا و آخرت کی بہتری کے لیے دل سوزی کے ساتھ دعا بھی کرتی رہے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔[6]

☆ پھوپھی کو چاہئے کہ جب یہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں کو تعلیم دے تو نیک لوگوں کا ذکرِ خیر ضرور کرے۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے: عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔[7]

☆ پھوپھی کو چاہئے کہ یہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں سے محبت ہی نہ کرے، بلکہ جب بھی ان کے پاس آئے تو ان کے لیے تحائف وغیرہ بھی ساتھ لائے۔

☆ پھوپھی اپنے اور دیگر بھائیوں کے بچوں کے درمیان فرق نہیں کرتی یہاں تک کہ ایامِ عید وغیرہ میں اس کی محبتیں اپنے بھائی بہن کے بچوں کے لیے زائد نظر آتی ہیں۔

☆ پھوپھی اگر چاہتی ہے کہ جنت پائے تو غصہ کرنے اور لڑنے جھگڑنے سے پرہیز کرتی رہے، بلاشبہ یہ بُری عادتیں ہیں جیسے پیکرِ حسن و جمال صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: غصہ مت کیا کرو! تمہیں جنت حاصل ہو جائے گی۔[8] آج ہمارے خاندانی اُمور حتّٰی کہ آپسی بات چیت میں غصہ تباہی کا سببِ اکبر بن چکا ہے۔ لٰہذا پھوپھی کو چاہئے کہ وہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں پر بلاوجہ غصہ کرنے سے بچے۔

☆ پھوپھی کوئی بھی ایسا کام نہ کرے جس کے سبب بھتیجے بھتیجیوں کے دلوں میں اپنے والدین کی نفرت پیدا ہو مثلاً انہیں یہ نہ کہے کہ تمہارا باپ جھگڑالو اور ماں باتونی ہے وغیرہ۔

☆ پھوپھی کو چاہئے کہ وہ بھتیجے بھتیجیوں کو بڑوں کا ادب کرنا سکھائے خصوصاً اپنے والدین، دادا دادی اور نانا نانی کا، نیز یہ بھی بتائے کہ ادب انسان کو ترقی کی بلندیوں پر لے جاتا ہے جبکہ بے ادبی انسان کو لے ڈوبتی ہے۔

☆ پھوپھی اگر طویل عرصے تک بے روزگاری، بیماری، پریشانی اور آفت میں مبتلا ہو تو ایسے مواقع پر صبر، صبر اور صبر کرتی چلی جائے یہاں تک کہ یہ چیزیں ختم ہو جائیں، نیز یہی سوچ وہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں میں بھی منتقل کرے تاکہ انہیں بھی آزمائشوں میں صبر کرنا آئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے میرے رب! تیری رضا کے حصول کے لیے جو مصیبتوں پر صبر کرتا ہے اس پریشان انسان کا بدلہ کیا ہے؟ اللہ پاک نے فرمایا: اس کا بدلہ یہ ہے کہ میں اسے ایمان کا لباس پہنا کر کبھی نہیں اتاروں گا۔[9]

☆ پھوپھی کو چاہئے کہ وہ بھتیجے بھتیجیوں بلکہ کسی بھی مسلمان کو حقارت سے نہ دیکھے، نہ ہی عیب نکالے اور نہ ہی دو رخی ہو کہ یہ گناہ کے کام ہیں، کیونکہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: مَنْ كَانَ لَه وَجْهَانِ فِي الدُّنْيا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ یعنی جو دنیا میں دو رُخا ہو گا قیامت کے دن اُس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔[10]

☆ پھوپھی کو تمام اچھی خصلتوں کے ساتھ آراستہ ہونے کے علاوہ اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ تکبّر، حسد، جھوٹ، وعدہ خلافی اور دھوکے سے خود کو بچاتی رہے اور اپنے بھتیجے بھتیجیوں کو بھی ان کی تباہ کاریوں سے آگاہ کرتی رہے۔

اللہ کریم تمام پھوپھیوں کو اچھے اوصاف سے مالا مال کرے اور انہیں اپنے بھتیجوں بھتیجیوں کی درست اسلامی انداز میں تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہ النّبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) سیر اعلام النبلاء، 15 / 484 (2) موطا امام مالک، 2/410، حدیث:1739 (3) مراٰۃ المناجیح، 6/124 (4) ترمذی، 3 / 393، حدیث:1984 (5) بخاری، 4/ 136، حدیث:6135 (6) مستدرک، 2/162، حدیث:1855 (7) حلیۃ الاولیاء، 7/335، حدیث:10750 (8) معجم اوسط، 2/20، رقم:2353 (9) احیاء العلوم، 4/90 (10) ابوداود، 4/352، حدیث:4873

موضوع

نانی کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ
ہند

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضراتِ حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما آپ کی گود میں کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں! حالانکہ یہ میرے دو پھول ہیں جن کی مہک میں سونگھتا ہوں۔(1)

معلوم ہوا! اللہ پاک کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنی نواسے نواسیوں سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ ہمارے معاشرے میں نواسے، نواسیوں سے محبت میں نانی کو ایک منفرد حیثیت حاصل ہے، کیونکہ نانی اپنے نواسے، نواسیوں سے والہانہ محبت کرتی اور ان کی بہترین و اچھی دوست اور غم خوار بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ نواسے، نواسیوں کی تربیت میں ایک نانی کس طرح مؤثر ہوتی یا ہو سکتی ہے، ملاحظہ فرمایئے:

- نانی کو چاہئے کہ جس طرح اس نے اپنی بیٹی کی تربیت میں نمایاں کردار ادا کیا، اسی طرح نواسے، نواسیوں کی تربیت میں بھی اپنی بیٹی کی مدد کرے اور اسے بچوں کو بچپن میں ہی دینی تعلیم دینے کی ترغیب دلائے۔
- عموماً نواسے، نواسیاں قصے کہانیاں سننے کے شوقین ہوتے ہیں، لہٰذا نانی کو چاہئے کہ نواسے، نواسیوں کو جھوٹے و من گھڑت اور ڈراؤنے قصے، کہانیاں سنانے کے بجائے معتبر سنی علما کی کتب و رسائل سے دیکھ کر حکایات سنائے تاکہ ان کے سینوں میں بھی شرعی احکام پر عمل کا جذبہ بیدار ہو اور وہ ڈرپوک بننے کے بجائے بہادر بنیں۔ اس کے لئے مکتبۃ المدینہ سے جاری کردہ کہانیاں بنام نور والا چہرہ، دودھ پیتا مدنی مُنا، بیٹا ہو تو ایسا، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، فرعون کا خواب، جھوٹا چور، لالچی کبوتر، بے وقوف کی دوستی، چالاک خرگوش، راہنمائی کرنے والا بھیڑیا پڑھ کر سنانا، نیز کڈز مدنی چینل دکھانا بے حد مفید ہے۔
- نانی کو چاہئے کہ اپنے نواسے، نواسیوں کو بڑوں کی عزت کرنا اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنا سکھائے، نیز مقدس ہستیوں مثلاً رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، ازواجِ مطہرات، صحابہ کرام، اولیائے عظام وغیرہ اور مقدس چیزوں مثلاً قرآنِ کریم اور دیگر دینی کتب وغیرہ کا ادب بھی سکھائے۔
- نواسے، نواسیوں میں انبیائے کرام، ازواجِ مطہرات، صحابہ وصحابیات، اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام رحمۃ اللہِ علیہم کی شمعِ محبت فروزاں کرنے کے لئے ان کے سامنے ان مقدس ہستیوں کے منتخب واقعات پڑھ کر سنائے۔ اس ضمن میں مکتبۃ المدینہ کی کتب سیرت الانبیا، سیرتِ مصطفٰی، فیضانِ امہات المومنین، کراماتِ صحابہ، خلفائے راشدین، صحابہ کرام کا عشقِ رسول، صحابہ کی باتیں، صحابیات و صالحات کے اعلیٰ اوصاف (جلد1)، اسلام کی بنیادی باتیں (3 جلدیں)، آیئے! قرآن سمجھتے ہیں (7 جلدیں)، نیز ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) اور ماہنامہ

فیضانِ مدینہ سے مدد لینا انتہائی مفید ہے۔

- اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نانی کو گھر میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی بات بھی کوئی نہیں ٹالتا، لہٰذا نانی کو چاہیے کہ نواسے، نواسیوں کے درمیان باہمی محبت کی فضا قائم رکھنے میں ہمیشہ اپنا کردار ادا کرتی رہے، تاکہ ان کے درمیان خوشی و محبت کی شمع سدا جلتی رہے۔
- نواسے، نواسیوں سے شفقت و نرمی بھرے انداز میں باتیں کرے اور اسی لہجے میں باتیں کرنا سکھائے تاکہ وہ اسی لہجے میں بات کرنے کے عادی ہو جائیں۔
- غیبت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں اس کی سخت مذمت کی گئی ہے، امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: جس طرح بچے کے ساتھ جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں، اسی طرح اس کی غیبت کی بھی ممانعت ہے۔ خواہ ایک ہی دن کا بچہ ہو، بِلا مصلحتِ شرعی اس کی بھی برائی بیان نہ کی جائے۔ ماں باپ اور گھر کے دیگر افراد کیلئے لمحہ فکریہ ہے، ان کو چاہئے کہ بِلا ضرورت اپنے بچوں کو پیچھے سے (اور منہ پر بھی) ضدی، شرارتی، ماں باپ کا نافرمان وغیرہ نہ کہا کریں۔[2] لہٰذا نانی کو چاہئے کہ وہ کبھی بھی اپنے نواسے، نواسیوں کی یا ان کے سامنے کسی بھی مسلمان خصوصاً ان کے والدین کی بُرائی نہ کرے، کیونکہ اس کے کئی نقصانات ظاہر ہو سکتے ہیں مثلاً نواسے، نواسیوں کے دل میں نانی کی اہمیت کم ہو جائے گی، ان کے دل میں اپنے والدین کی نفرت و بیزاری پیدا ہو گی، وہ غیبت کرنا سیکھ جائیں گے وغیرہ۔
- جو کام نرمی سے ہو سکتا ہے اس کام میں سختی دکھانا ہرگز عقلمندی نہیں، لہٰذا اگر نواسے، نواسیاں نانی کے سامنے کوئی برا کام کریں مثلاً کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کریں، جھوٹ بولیں، کسی کا نقصان کر دیں، بغیر پوچھے کسی کی چیز اٹھا لیں، کسی کا نام بگاڑیں، کسی کو گالی دیں، کسی کو دھکا دیں وغیرہ تو نانی کو چاہئے کہ وہ ان پر زور زور سے چلانے، انہیں لعنت و ملامت کرنے اور بد دعائیں دینے کے بجائے انہیں سمجھائے کہ بیٹا! تھوڑا سوچئے! اگر یہی سلوک کوئی آپ کے ساتھ بھی کرے تو آپ کو کیسا لگے گا؟ اس طرح انہیں اپنے کئے پر شرمندگی ہو گی اور آئندہ وہ ان حرکتوں سے باز رہیں گے۔
- ہر معاملے میں نواسے، نواسیوں میں برابری والا سلوک کرے، حتی کہ عیدین و دیگر خوشی کے مواقع پر ان میں تحائف بھی برابری کی بنیاد پر تقسیم کرے، تاکہ کوئی بھی بچہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو نہ اس کے والدین کے دل میں کوئی میل آئے۔
- اگر نواسے، نواسیاں تنگ کریں تو انہیں جھڑکنے، ڈانٹنے اور ذلیل کرنے کے بجائے پیار و محبت سے سمجھائے یا ان کا دھیان کسی اور جانب کر دے کیونکہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے ان کے احساسات مجروح ہو سکتے ہیں۔
- نواسے، نواسیاں آپس میں لڑ پڑیں تو نانی کو چاہیے کہ وہ تماشائی کا کردار نبھانے اور لڑائی کی آگ کو مزید بھڑکانے کے بجائے معاملہ ان کے والدین تک پہنچنے کا انتظار نہ کرے، بلکہ پہلے ہی آگے بڑھ کر صلح صفائی کرا دے، جب دیکھے کہ معاملہ ٹھنڈا ہو چکا ہے تو انہیں پیار محبت سے مل جل کر رہنے کا درس دے اور لڑائی جھگڑوں کے نقصانات سے آگاہ کرے۔
- نانی زندگی کے کئی نشیب و فراز دیکھ چکی ہوتی ہے اور تجربے میں بھی گھر کے سب افراد سے فائق ہوتی ہے لہٰذا نانی کو چاہئے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے نواسے، نواسیوں کو اپنے ذاتی تجربات سے آگاہ کیا کرے کہ یہ تجربات انہیں زندگی کے ہر موڑ پر فائدہ دیں گے۔

---

(1) معجم کبیر، 4/155، حدیث: 3990 ملتقطاً (2) غیبت کی تباہ کاریاں، ص 52

دادی کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ (ہند)

الحمد للہ! اللہ کریم کا کروڑہا کروڑ احسان ہے کہ اس نے ہمیں دنیا و آخرت بہتر بنانے کے لئے اپنے بزرگوں کا ساتھ نصیب فرمایا۔ یقیناً خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں والدین اور والدین کے والدین یعنی دادادادی، نانانانی جیسی عظیم نعمت میسر ہے۔ یقیناً والد کے کردار سے تو ہم سبھی آگاہ ہیں لیکن غور کریں ہمارے والد کی تربیت میں جس عظیم ہستی کا کردار نمایاں نظر آتا ہے وہ ان کی والدہ یعنی ہماری دادی ہیں، مگر افسوس! ہمارے معاشرے میں دادی کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی کیونکہ بظاہر ان سے کوئی خاص فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں ہوتی۔

یاد رکھئے! ایک اچھے خاندان کی علامت یہ ہے کہ اس کے افراد کو ہمیشہ گھر کے بڑے بوڑھوں کی نصیحتوں، تجربات اور دعاؤں کی ضرورت رہتی ہے۔ چنانچہ ایک دادی کو کیسا ہونا چاہئے؟ زیرِ نظر مضمون میں بیان کردہ باتیں ہر دادی کو یاد رکھنی چاہئیں:

☆ دادی وہ ہستی ہے جو خود موت کو کثرت سے یاد کرتی اور اپنے پوتے پوتیوں کو بھی موت کے بعد کے صادر ہونے والے احوال سے نہ صرف واقف کراتی بلکہ انہیں اچھے اور برے کی پہچان بھی سکھاتی ہے۔

☆ دادی کا بڑھاپے کا زمانہ بھی ہمارے لیے ایک خوش نصیبی ہے، دادی اگر عبادت گزار اور اپنے زمانے میں شبِ براءت، شبِ معراج، شبِ قدر جیسی پاک راتوں کو قیام و سجود اور قرآن و حدیث کی حقیقی تعلیمات پر مشتمل بیانات وغیرہ سننے سنانے کی عادی ہو تو اپنے اور خاندان بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک محرکہ (motivator) ثابت ہوگی۔

☆ بڑھاپے کے زمانے کو زمانہ صبر کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ بڑھاپے میں بندہ کمزور، بیمار اور محتاج و بے بس ہو جاتا ہے۔ اس نازک گھڑی میں دادی اگر صبر و شکر سے کام لے تو اس کے لیے عظیم ثواب ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندے سے اس کی کوئی دنیاوی پسندیدہ چیز لے لوں اور وہ صبر کرے تو میرے پاس اس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔[1] حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: یہ حدیث ہر پیاری چیز کو عام ہے، ماں باپ، بیوی، اولاد حتّٰی کہ فوت شدہ تندرستی وغیرہ جس پر بھی صبر کرے گا اِن شاءَ اللہ جنت پائے گا، لہٰذا یہ حدیث بڑی بشارت کی ہے۔[2]

☆ بڑھاپے میں عام طور پر طبیعت میں چڑچڑے پن کی وجہ سے غصّہ جلد آ جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے موقع پر دادی کو اپنے مزاج پر قابو رکھنا چاہئے کیونکہ غصہ دنیا و آخرت میں بربادی کا سبب ہی نہیں بلکہ غصے کی حالت میں بندہ غضبِ الٰہی کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔[3]

دادی اپنے پوتے پوتیوں کی تربیت کیسے کرے؟

☆ دادی کو چاہئے کہ بلا ضرورت پوتے پوتیوں سے بیزاری کا اظہار نہ کرے۔

☆دادی کو رحم دل، پوتے پوتیوں پر اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی عادی ہونا چاہئے۔

☆اگر پوتے پوتیوں کے درمیان جھگڑا یا کوئی ایسی بات ہو جائے جو دادی کے مزاج کے مطابق نہ ہو تو سمجھ داری سے کام لے اور دونوں فریقین کو سمجھائے کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔[4]

☆یاد رہے! پوتے پوتیوں کی تربیت میں دادی کا بھی ایک اہم کردار ہے۔ جب بھی کوئی غلط کام ان سے صادر ہو تو حکمتِ عملی سے انہیں روکے۔ اگر ان کے کسی دوست کے اخلاق اچھے نہ ہوں تو فوراً ان کی اصلاح فرمائے اور بری صحبت سے بچائے کہ یہ ایمان کے لیے خطرناک ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اسے یہ دیکھنا چاہئے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔[5]

☆جب پوتے پوتیوں کو اداس دیکھے تو ان کی دل جوئی کرے، ان سے محبت و شفقت سے پیش آئے کہ بچوں سے شفقت و محبت کا انداز انہیں بڑوں کے قریب کر دیتا ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم بچوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ان کے ساتھ شفقت و مہربانی والا رویہ اپنائیں۔

☆پوتے پوتیوں کو یہ لگنا چاہئے کہ دادی ان کی دوست ہے تاکہ وہ بطور دوست دادی کے ساتھ اپنی ہر بات بے تکلفانہ انداز میں شئیر کر سکیں۔ چنانچہ جب دادی اپنے پوتے پوتیوں سے ایک دوست کی طرح پیش آئے گی اور اپنے تجربات سے ان کی زندگی سنوارتی رہے تو ان شاء اللہ ان کی زندگی کا رُخ ہی بدل جائے گا۔

☆کینہ، بغض، حسد، تکبر اور وعدہ خلافی جیسے گناہوں سے خود بھی بچتی رہے اور پوتے پوتیوں کو بھی بچانے کی کوشش کرے۔

☆دادی اپنی زندگی کو غنیمت جانے اور ہر حال میں اپنے رب کی شکر گزار رہے تاکہ اسے دیکھ کر اس کے پوتے پوتیوں کو بھی ہر حال میں شکرِ الٰہی بجالانے کی عادت نصیب ہو۔

☆دادی صدقہ و خیرات، فاتحہ و نیاز بھی کرتی رہے تاکہ پوتوں پوتیوں کو بھی اس کی ترغیب ملے۔ معاشرے میں یہ جملہ عام ہے کہ ہماری دادی یہ کام کرتی تھیں، لہٰذا ہم بھی ایسے ہی کریں گے۔ واقعی اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اولاد ہو یا اولاد کی اولاد سیکھتے تو بڑوں ہی سے ہیں۔

☆دادی پوتے پوتیوں کو نرم مزاجی اپنانے کی تلقین کرے اور خود بھی ان سے نرمی سے بات چیت کرے۔ امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کا قول ہے: نرم مزاج شخص سے لوگ محبت کرتے ہیں۔[6] الحمد للہ! نرمی کے بڑے فوائد ہیں مثلاً ٹوٹے رشتوں کو جوڑنا ہو یا کسی کو سمجھانا ہو تو نرم زبان پانی میں شہد کا کام دیتی ہے۔

☆دادی کو چاہئے کہ وہ خود بھی صبر و رضا کی پیکر بنی رہے اور پوتوں پوتیوں کو بھی سمجھاتی رہے کہ اگر کسی کی کوئی بات ناگوار گزرے تو صبر کریں۔

☆دادی کو چاہئے کہ وہ فحش گوئی اور بدگوئی جیسی منحوس عادات سے نہ صرف اپنا دامن پاک و صاف رکھے بلکہ پوتے پوتیوں کو بھی ان آفتوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہے کہ فحش گوئی اور بدگوئی کرنے والوں سے عموماً لوگ دور بھاگتے ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمان ہے: ہر اس شخص پر جنت کا داخلہ حرام ہے جو فحش گوئی (یعنی بے حیائی کی بات) سے کام لیتا ہے۔[7]

☆دادی کو چاہئے کہ پوتے پوتیوں کو حرص و لالچ کی تباہ کاریوں سے بھی خوب آگاہ کرتی رہے۔ کیونکہ یہ بات عام مشاہدے کی ہے کہ کثرتِ مال کی وجہ سے بسا اوقات لوگ حلال و حرام میں فرق ہی نہیں کرتے۔

---

(1) بخاری، 4/225، حدیث: 6424 (2) مراۃ المناجیح، 2/ 505 (3) مستطرف، 1/ 328 (4) پ27، الذّٰریٰت: 55 (5) مسند امام احمد، 3/169، حدیث: 8034 (6) مدنی مذاکرہ، 26 دسمبر 2014 (7) جامع صغیر، ص221، حدیث: 3648



بھائیوں کی زندگی میں بہنوں کا کردار

اُمِّ میلاد عطاریہ*
*نگران عالمی مجلس مشاورت
(دعوتِ اسلامی)

اللہ پاک کی عطا کردہ بیش بہا نعمتوں میں سے ایک نعمت خونی رشتے بھی ہیں۔ خونی رشتوں کا لحاظ نہایت اہم ہے، اللہ پاک نے قراٰنِ کریم میں بھی جگہ بہ جگہ اس کا تذکرہ فرمایا اور خونی رشتوں کا احترام کرنے کا حکم دیا اور صلۂ رحمی کرنے والوں کی تحسین کی گئی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ(۲۱)﴾ ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ جو اسے جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوفزدہ ہیں۔[1]

اسلام نے خونی رشتوں کو مضبوط رکھنے کے ایسے احکام بیان فرمائے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے نہ صرف خاندان مضبوط رہتا ہے بلکہ معاشرہ بھی مضبوط ہو جاتا ہے کیونکہ خاندان ہی معاشرے کا بنیادی جز ہے، جس کی مضبوطی معاشرے کی مضبوطی ہے، ان خونی رشتوں میں ماں باپ کے بعد مضبوط، طاقت ور اور طویل رشتہ ”بھائی بہن“ کا ہے۔

بھائی بہن ساتھ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، اور ہنستے بولتے ہیں ان کی آپس کی یہ محبت ایک دوسرے کو طاقت فراہم کرتی ہے۔ اسلام چونکہ نہ صرف اکمل مذہب بلکہ دینِ فطرت بھی ہے لہٰذا یہ پیارا مذہب ان تعلقات کو اچھے طریقے سے نبھانے اور ان کی پاسداری کی رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ حدیثِ مبارکہ میں ہے: جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور ان کے بارے میں اللہ پاک سے ڈرتا رہا تو اس کے لئے جنّت ہے۔[2]

جہاں بھائیوں کو بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے وہیں بہنوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ بھائی بہنیں ایک دوسرے کے دکھ درد کا مداوا ہوتے ہیں، مشکلات میں ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں، لیکن بسا اوقات کچھ وجوہات کی بنا پر بہن بھائی ایک دوسرے کے خلاف ہو جاتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب بنتے ہیں۔

بعض بہنوں کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ بھابھیاں ان کی خدمت کریں، ان کے حصے کے بھی کام کریں۔ بھابھیاں گھر آجائیں تو ہر طرح کے کام انہی کے سپرد ہوں، جبکہ شرعی طور پر ایسا نہیں کہ بھابھی نند کی خدمت کرے۔ بھابھی خاندان کا حصہ ہوتی ہے اور نہ صرف بھائی کی شریکِ حیات ہونے کی حیثیت سے بلکہ ایک مسلمان اور اللہ کی بندی ہونے کی حیثیت سے

بھی نندوں کے لئے قابلِ احترام ہے۔

شادی شدہ بہن اگر میکے جائے تو ہرگز یہ ذہن نہ بنائے کہ بھابھی اس کی خدمت کرے، اس کے بچوں کو سنبھالے، اس کے فرمائشی کھانے بنا کر دے، یقیناً یہ بالکل نامناسب انداز ہے۔ بلکہ بہن کو چاہئے کہ جب وہ میکے جائے تو موقع کی مناسبت سے کم وقت گزارے اور میکے میں بھی اپنے کام خود کرے بلکہ بھابھی کا بھی ساتھ دے۔

بعض بہنیں بھائی سے اس کی شریکِ حیات کے بارے میں منفی (Negative) باتیں کرتی ہیں جیسا کہ تمہاری بیوی گھر صاف نہیں کرتی، میں آتی ہوں تو لفٹ نہیں کرواتی، امّی کا خیال نہیں کرتی۔ اس طرح بھائی کے دل میں اپنی زوجہ کے خلاف باتیں آجاتی ہیں جس سے اس کا انداز اپنی بیوی سے بدل جاتا ہے اور گھر کے ماحول میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح بعض بہنیں اپنی بہنوں کو ان کے شوہروں اور سسرال کے خلاف بھی بھڑکاتی ہیں۔ یہ انتہائی برا عمل ہے، نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ معظّم ہے: ”جو کسی شخص کی بیوی کو اس کے خلاف بھڑکائے وہ ہم میں سے نہیں۔“(3)

اگر یہ باتیں بے بنیاد ہوں تو ایسی بہنوں کو تہمت کے گناہ کے عذاب میں مبتلا کر سکتی ہیں۔ فرمانِ آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جو کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس پر الزام عائد کرے تو اللہ پاک اسے جہنّم کے پُل پر اس وقت تک روکے گا جب تک وہ اپنی کہی بات (کے گناہ) سے اس شخص کو راضی کر کے یا اپنے گناہ کی مقدار عذاب پا کر نہ نکل جائے۔(4)

اسلامی احکامات کے لحاظ سے بہنوں کا یہ درست انداز نہیں ہے، انہیں اس سے بچنا چاہئے۔

بعض جگہ بہنوں کا یہ ذہن بھی بنتا جا رہا ہے کہ بھائیوں سے کچھ نہ کچھ ملتا ہی رہے گا، کبھی خوشی کے موقع پر رسم کے نام پر تو کبھی تہوار پر رواج کی صورت میں، کبھی یہ ڈیمانڈ ہوتی ہے کہ جب بھائی کے گھر بچہ پیدا ہو تو بہن کو کوئی بھاری گفٹ، رقم یا سونا وغیرہ دیا جائے، اس طرح کے کئی معاملات اس طرح کی بہنیں کرتی نظر آتی ہیں حالانکہ سوال کرنے سے بچنا چاہئے۔ آج کل کے مہنگائی کے دور میں خواہی نخواہی بھائی کی جیب پر اس طرح کا بوجھ ڈالنا ہرگز مناسب نہیں، اپنے بھائیوں کی خوشیاں دیکھ کر ان کی نعمتوں میں اضافے کے لئے اللہ پاک سے دعا کرنی چاہئے۔

ہاں اگر بھائی صاحبِ حیثیت ہے، خود اپنی خوشی سے دیتا ہے جیسا کہ عموماً گھروں میں معمولی تحفے تحائف دینے کا تو رجحان ہوتا ہی ہے تو اس میں شرعی لحاظ سے کچھ حرج نہیں ہے۔

ایک معاملہ جائیداد کی تقسیم کے معاملے میں دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ بہن بھائی جو ایک چھت کے نیچے ایک ہی ماں باپ کے زیرِ سایہ پلے بڑھے ہوتے ہیں اور دنیا کی ذلیل دولت کے پیچھے ایک دوسرے کے سخت مخالف ہو جاتے ہیں۔ وراثت میں اگرچہ بہنوں کا حصہ شرعاً مقرر ہے لیکن بعض بہنیں شرعی تقسیم کی بجائے بھائیوں کے برابر برابر حصوں کا مطالبہ کرتی ہیں جو پھر بہن بھائیوں میں طویل نزاع، خونی رشتوں کے ٹوٹنے اور کئی طرح کے اختلافات کا باعث بنتا ہے۔ کہیں کہیں اس بات پر خاندان کی عزت کورٹ کی نذر ہو جاتی ہے۔

اسلام میں وراثت کے واضح اور مکمل احکام موجود ہیں۔ شریعت کی رو سے جس کا جو جائز حصہ بنتا ہے اَحسن انداز میں اسے قبول کر لیا جائے اس سلسلے میں شریعت کی تعلیمات پر عمل کرنے سے کئی مسائل سے بچا جا سکتا ہے۔

بہر حال ایک خاندان کی خوشحالی میں ایک بہن کئی لحاظ سے اپنا کردار ادا کر سکتی ہے لہٰذا کوشش کرنی چاہئے کہ خوشگوار اور اچھا ماحول بنا کر رکھے۔

---

(1) پ 13، الرعد: 21 (3) ترمذی، 3 / 367، حدیث: 1923 (2) مسند احمد، 9/ 16، حدیث: 23041 (4) ابوداؤد، 4/ 354، حدیث: 4883۔

ام سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

بھائی کی شادی میں رکاوٹ نہ بنئے

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نکاح نہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ کی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا: نکاح کر لیجئے! اگر آپ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی اور وہ زندہ رہا تو آپ کیلئے دعا کرے گا۔[1]

اس سے وہ بہنیں سبق حاصل کریں جو اپنے بھائی کی شادی میں رکاوٹ بن جاتی ہیں کہ پہلے ہماری شادی کرو بعد میں اپنی کرنا یا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر بھائی کی شادی ہو گئی تو ہماری خواہشات کون پوری کرے گا؟ ہمیں فیشن کون کروائے گا، یا بھائی خرچ کم دیں گے یا بند کر دیں گے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑی بہن کا رشتہ نہ ہونے کے سبب بھائی کی شادی میں بھی تاخیر کی جاتی ہے، حالانکہ بھائی ویل اسٹیبلش ہوتے ہیں اور شادی کی عمر بھی ہوتی ہے، بہترین رشتے بھی نظر میں ہوتے ہیں، مگر گھر والے یا اس کی بہنیں کسی نہ کسی بہانے سے رشتہ ہونے نہیں دیتیں۔ نتیجۃً عمر کی زیادتی کے باعث رشتے ملنا بند ہو جاتے ہیں، صحت خراب ہو جاتی ہے، نکاح سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے، بالفرض شادی ہو بھی جائے تو اولاد نہ ہونے یا پھر ان کی مناسب پرورش نہ کر پانے کے مسائل سامنے آتے ہیں، کئی نوجوان زیادہ عمر تک نکاح نہ ہونے کے سبب معاذ اللہ بدکاری کے راستے کی طرف نکل پڑتے ہیں اور ذہنی و نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ بھائی سے توقعات وابستہ کرنے کے بجائے اللہ پاک پر توکل کیا جائے۔

فی زمانہ نوجوانوں کی ایک تعداد کیریئر بنانے کی خاطر یا ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں سے بچنے کیلئے نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے، مذکورہ واقعہ میں ان کیلئے بھی نصیحت ہے۔ انہیں یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ قرآن و حدیث میں نکاح کا حکم موجود ہے اور یہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنتِ مبارکہ ہے۔ بلکہ ایک روایت میں ہے: جو میرے طریقے کو محبوب رکھے، وہ میری سنت پر چلے اور نکاح بھی میری سنت ہے۔[2] نیز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نکاح کو شرم گاہ کی حفاظت کا ذریعہ بھی قرار دیا۔[3] موجودہ دور میں گناہ کرنا آسان سے آسان تر ہوتا جا رہا ہے، جلد نکاح کو رواج دینا نہایت ضروری ہے۔ بعض اوقات صرف منگنی کر دی جاتی ہے جبکہ نکاح کے لئے حالات اچھے ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے، اس دوران لڑکے لڑکی کے درمیان بات چیت، میل ملاقات اور تحفے تحائف وغیرہ کا سلسلہ رہتا ہے جو کہ گناہ و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔[4] چنانچہ اس طرح کے ماحول میں والدین کو چاہئے کہ اولاد کو گناہوں سے بچائیں اور رخصتی نہیں کر سکتے تو کم از کم نکاح ضرور کر دیں۔

مذکورہ روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح کا ایک فائدہ اولاد کا حصول بھی ہے، بلاشبہ اولاد کی اچھی اور دینی تربیت کی جائے تو وہ دنیا و آخرت میں سرخروئی کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث پاک میں مرنے کے بعد بھی فائدہ دینے والی جن تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ان میں سے ایک نیک اولاد بھی ہے کہ جو اپنے والدین کے لیے دعا کرتی ہے۔[5]

---

❶ مسند الشافعی، ص 273 ماخوذاً ❷ کنز العمال، الجزء 16، 8 / 116، حدیث: 44406 ❸ بخاری، 3 / 422، حدیث: 5066 ❹ پردے کے بارے میں سوال جواب، ص 320 ❺ مسلم، ص 684، حدیث: 4223